ابنِ صفی

جلد نمبر
38

جاسوسی دنیا

113- ریت کا دیوتا

114- سانپوں کا مسیحا

115- ٹھنڈا جہنم

116- عظیم حماقت

جاسوسی دنیا نمبر 115

ٹھنڈا جہنم

(مکمل ناول)

پیش رس

یہ کتاب آدھی سے زیادہ لکھی جا چکی تھی کہ بخار کا حملہ ہوا اور اسی بخار کے عالم میں ریڈیو پر کسی ڈاکٹر صاحب کی تقریر سنی جو کہہ رہے تھے کہ ایک سگریٹ میں اتنا نکوٹین ہوتا ہے، جو ایک چوہے کی زندگی کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ سخت افسوس ہوا اپنی اس نامعقولیت پر کہ روزانہ پچاس پچپن چوہے اپنے اندر مار ڈالتا ہوں لہٰذا سگریٹ نوشی ترک کر دینی چاہیے......! اس سے قبل ایک ذمہ دار آدمی کا یہ قول بھی نظر سے گزر چکا تھا کہ لوگ زیادہ قیمت ادا کر سکتے ہیں، اس لیے گرانی بڑھتی ہے......! میں نے تہیہ کر لیا چونکہ سگریٹ اس قیمت سے زائد پر فروخت ہو رہے ہیں جو پیکٹوں پر درج ہوتی ہے اسلئے مجھے سگریٹ نوشی نہیں کرنی چاہیے... بھلا چوہوں کے مرنے جینے کی کون پرواہ کرتا ہے وہ تو جملہ معترضہ تھا۔

لیکن میں کاغذ ہر قیمت پر خریدوں گا کیونکہ میری روٹی کپڑا اور مکان کاغذ ہی سے وابستہ ہے۔ ویسے کہنے کو تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر میکینیکل

کاغذ مہنگا ہے تو سستی کتابیں کرنسی نوٹ والے کاغذ پر کیوں نہیں چھاپی جاتیں وہ تو ملک میں بہ افراط موجود ہے! روٹی نصیب نہ ہو تو کیک کھا لینے میں کیا قباحت ہے......!

لاحول ولاقوۃ پھر میں نے آپ کو کاغذ کے مسئلے پر بور کیا۔ کہہ رہا تھا کہ سگریٹ ترک کر دینے کے بعد دوبارہ حواس بجا ہونے میں بھی کچھ وقت لگا تھا۔ اس لیے کتاب پھر تاخیری ہی سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔

اگر کبھی آپ کو سالہا سال پرانی سگریٹ نوشی کی عادت ترک کرنے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ میری ذہنی کیفیت کا اندازہ بخوبی کر سکیں گے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ اب اس ذہنی انتشار کے دور سے گزر چکا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ کتاب کے لیے آپ کو معمول سے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔

اور ہاں آپ بھی سگریٹ ترک کر دیجیے۔ اس کی بجائے پان کھائیے، نسوار سے شوق فرمائیے، حقہ پیجیے کہ یہ اپنے ہی ''قومی نشے'' ہیں۔

ابنِ صفی

۲۹-۶-۷۳

وہ لڑکی

وہ بھاگ نکلا تھا......! گاڑی کی ٹنکی پٹرول سے لبریز تھی اور ڈکے میں بھی دس گیلن پٹرول موجود تھا۔

کئی ہفتوں سے یہی ہو رہا تھا..... ہر سنیچر کی شام کو اس پر اس قسم کی آوارہ گردی کا دورہ پڑتا تھا۔ واپسی اتوار کے اختتام پر ہوتی۔

ویرانوں میں بسیرا ہوتا تھا۔ ہفتے میں پورے چھتیس گھنٹے شہر کے ہنگاموں سے دور رہ کر بسر کرنے کی یہ عادت اسے کدھر لیے جا رہی تھی......؟ اس پر اس نے ابھی تک غور نہیں کیا تھا۔ اس سلسلے میں ذہن کو کریدنے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔

ذہن کو کریدنے سے فائدہ بھی کیا؟..... مرض کی وجہ بھی معلوم ہو گئی تو تم کیا کر سکو گے.....؟ کس کے پاس علاج ہے......؟

بس لہرا اٹھے اور بہہ جاؤ..... اپنے گرد یکسانیت کے جال کیوں بن رکھے ہیں؟ پیروں میں دوڑ لگانے کی سکت پیدا کرو۔

آنکھیں بند کرو اور دوڑ جاؤ...... ہو سکتا ہے کوئی اندھا کنواں تمہیں اس اذیت سے نجات دلا دے......!

بہر حال اب سر پر نیلا آسمان تھا اور نیچے کولتار کی سیاہ سڑک!

گاڑی ساٹھ میل کی رفتاری سے اڑی جا رہی تھی.....شام کے چار بجے تھے۔

شہری آبادی بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ دورویہ اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان سڑک حدنظر تک سنسان دکھائی دیتی تھی۔

گاڑی فراٹے بھرتی رہی۔

ابھی چٹانوں پر بکھری ہوئی دھوپ میں خاصی تمازت باقی تھی لیکن وہ جانتا تھا جیسے ہی سورج غروب ہوگا خنک ہواؤں کی بھیگی بھیگی سی نرمی جسم کے مسامات میں گھلنے لگے گی۔

اس لذت کے تصور میں چمکیلی دھوپ آنکھوں پر زیادہ گراں نہیں گزر رہی تھی۔

دفعتاً اونگتے ہوئے ذہن کو جھٹکا سا لگا......! سامنے کچھ فاصلے پر ایک گاڑی سڑک کے وسط میں اس طرح ترچھی کھڑی دکھائی دی کہ اسے فوری طور پر اپنی گاڑی کی رفتار کم کردینی پڑی......! پھر بریک لگائے۔

گاڑی آگے نکال لے جانے کے لیے جگہ نہیں تھی......! انجن بند کئے بغیر وہ اتر گیا۔ سامنے والی گاڑی خالی تھی۔

پھر چھٹی حس خطرے کا اعلان کیوں نہ کرتی......! ہاتھ بغلی ہولسٹر پر پہنچا ہی تھا کہ نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پھر آواز آئی۔ ''اب تو رکو گے ظالمو......!''

بائیں جانب ایک پتھر کی اوٹ سے گویا چاند طلوع ہو رہا تھا....اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر سے ہٹ گیا۔

ایسا دمکتا ہوا چہرہ تھا کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی.... بالآخر وہ ہنستی ہوئی سڑک پر آگئی۔

''رکتے ہی نہیں سُوّر کے بچے......! نکلے چلے جاتے ہیں!'' وہ اس کے قریب پہنچ کر بولی۔

''کیا مطلب......!'' وہ محویت سے چونک کر اسے ازسرنو گھورنے لگا۔

''ایک گھنٹے سے گاڑی سڑک کے کنارے لگا رکھی تھی۔ کئی گاڑیوں کو رکوانا چاہا لیکن فراعنہ کی اولادیں نکلی چلی گئیں......! آخر کسی نہ کسی طرح اپنی گاڑی کو اس پوزیشن میں لے آئی کہ......!''

''مجھے رکنا پڑا......!'' اس نے جملہ پورا کردیا لیکن لہجے میں پھاڑ کھانے کا سا انداز تھا۔

''تم کسی تھانیدار کی اولاد معلوم ہوتے ہو!'' لڑکی اسے گھورتی ہوئی بولی۔

''بکواس مت کرو......!'' گاڑی اس طرح کیوں کھڑی کی ہے......!''

''خواتین سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے!'' لڑکی کا موڈ بدل گیا۔

''میں اوّل درجے کا گدھا ہوں..... پھر.....!''

''میری گاڑی کا پٹرول ختم ہو گیا ہے!'' وہ یک بیک روہانسی ہو گئی۔

''میں پٹرول پمپ تو نہیں ہوں.....!''

''اسپئیر ہو تو اتنا دے دو کہ میں اگلے پٹرول پمپ تک پہنچ سکوں۔''

''گاڑی تو بڑی شاندار ہے تمہاری.....!''

''بھکارن تو نہیں ہوں..... پٹرول کی جو قیمت طلب کرو گے دوں گی!''

''چلو پہلے گاڑی سڑک کے کنارے لگاؤ.....!'' اس نے درشت لہجے میں کہا۔

دونوں نے گاڑی کو دھکا دے کر سڑک کے کنارے لگا دیا۔ اس نے پہلے ہی اپنی گاڑی بائیں کنارے پر روکی تھی۔

دوسری گاڑیوں کے لیے سڑک صاف ہو گئی۔

''روانگی سے پہلے فیول کیوں نہیں چیک کیا تھا۔''

''میٹر خراب ہو گیا ہے.....!''

''کہاں رہتی ہو.....!''

''جنت میں.....!''

''مبارک ہو!'' کہتا ہوا وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

وہ اسکے پیچھے چل پڑی تھی لیکن وہ ڈکے کھولنے کے بجائے اسٹیرنگ کے سامنے جا بیٹھا تھا۔

''میں نے کہا تھا..... پٹرول.....!''

''میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ..... پہنچا دوں گا.....!''

''جہنم میں.....!'' وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

''جنت سے اسی لیے نکالے گئے تھے کہ جہنم بھی آباد ہو سکے اور تم تو سیدھی جنت ہی سے چلی آ رہی ہو.....!''

''ذہنی طور پر بیمار لگتے ہو!'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

''تم پہلی لڑکی ہو جس نے میرے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کی ہے۔''

''تو دے دو نا پٹرول.....!''

''کتنے سے کام چل جائے گا!''

''بس اتنا ہی کہ اگلے پٹرول پمپ تک پہنچ جاؤں۔''

وہ گاڑی سے اتر آیا۔ ڈکے کھولی اور ایک گیلن کا ڈبہ نکال کر اس کے حوالے کیا۔

''اوہو.....اتنا اسپئیر.....!'' وہ بقیہ ڈبوں کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''کہاں جاؤ گے!''

''میں کسی پُرسکون جھیل کی تلاش میں نکلا ہوں.....!''

''میری جھیل اگلے پٹرول پمپ سے زیادہ دور نہیں ہے!''

''تمہاری جھیل.....!''

''ہاں.....آں.....کیوں نہیں..... جب کہ میں نے ہی اسے دریافت کیا ہے! میں نے اپنے علاوہ وہاں اور کسی کو نہیں دیکھا!''

''اگر وہ ایسی ہی ویران جگہ ہے تو میرے لیے موزوں رہے گی.....!''

لڑکی نے اسے غور سے دیکھا اور ٹن اٹھائے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف چل پڑی۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.....لڑکی کی چال بھی بڑی دلکش تھی! ایسا لگتا تھا جیسے پھولوں سے لدی ہوئی چمبیلی کی کوئی شاخ ہوا کے نرم رو جھونکوں میں ہلکورے لے رہی ہو.....!

اپنی گاڑی میں پٹرول ڈال کر خالی ٹن واپس کرنے اس کے پاس پلٹ آئی۔

''تم جیسے لوگوں کا دم غنیمت ہے دنیا میں.....!'' لڑکی بولی۔

''میرا تمہاری دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے!''

''کیا مطلب.....!''

''میں مریخ سے آیا ہوں!''

''مگر تمہارے کان گدھوں کے سے تو نہیں ہیں!''

''ٹانگیں گدھوں کی سی ہیں.....اب چلتی پھرتی نظر آؤ ورنہ دولتی رسید کر دوں گا۔''

''بدتمیز ہو.....!''

''رومانی گفتگو سے اب جی بھر گیا ہے! لڑکیوں سے اب ایسی ہی باتیں کرتا ہوں!''

''بہت زیادہ رہے ہو لڑکیوں میں.....!''

''اسی لیے اب صحراؤں کی خاک چھانتا پھر رہا ہوں.....!''

''پتہ نہیں کیوں تم پر رحم آ رہا ہے.....!''

''شکریہ.....! میں قابل رحم نہیں ہوں.....!''

''زندگی سے بیزار معلوم ہوتے ہو! اچھا چلو میں تمہیں وہ جھیل دکھادوں گی۔ بڑا شفاف اور میٹھا پانی ہے..... میں اس میں گھنٹوں تیرتی رہتی ہوں!''

پھر وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھی تھی..... دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔

پندرہ منٹ بعد وہ پٹرول پمپ تک پہنچے تھے۔ لڑکی نے اپنی گاڑی میں فلنگ کرائی اور سفر پھر شروع ہو گیا۔

کچھ دیر بعد لڑکی نے اپنی گاڑی بائیں جانب والے ایک ناہموار راستے پر موڑ دی۔

وہ اس کا تعاقب کرتا رہا اور پھر وہ سچ مچ بڑی جگہ پر پہنچ گئے۔

چاروں طرف بکھری ہوئی چٹانوں کے درمیان ایک چھوٹی سی شفاف جھیل تھی..... جگہ جگہ سرسبز جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

''واقعی بڑی خوبصورت جگہ ہے!'' اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

''ہے نا!'' لڑکی چہکی۔ ''اب میں کچھ دیر تیراکی کیے بغیر یہاں سے واپس نہیں جا سکتی! تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میرے پاس نہانے کا لباس نہیں ہے!''

لڑکی خاموشی سے اپنے کپڑے اتارنے لگی۔ تیراکی کا لباس اس نے کپڑوں کے نیچے پہلے ہی سے پہن رکھا تھا۔

وہ متحیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

پھر لڑکی نے لمبی دوڑ لگا کر جھیل میں چھلانگ لگائی تھی۔

پہلے بھی بے شمار لڑکیوں سے واسطہ پڑ چکا تھا لیکن یہ لڑکی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ اسے نہ جانے کیوں کوئی خبیث روح لگ رہی تھی۔

اس نے جیب سے تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکالا اور پُرتفکر نظروں سے اسے تیرتے دیکھتا رہا۔ کبھی کبھی وہ پانی میں غوطہ لگا کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔

اس نے پائپ سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ رات اسی جھیل کے کنارے گزاری جائے۔ وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر بہت سے آبی پرندے تیرتے پھر رہے تھے۔ان میں سے ایک ہی رات کے کھانے کے لیے کافی ہوتا۔

لیکن یہ لڑکی..... کتنی نڈر ہے ایک اجنبی کے ساتھ یہاں تک چلی آئی اور اب بڑی بے فکری سے اشنان کر رہی ہے۔

دفعتاً اسے خیال آیا کہ کسی معاملہ میں الجھایا تو نہیں جا رہا..... اس سے پہلے بھی متعدد بار ایسا ہو چکا تھا..... لڑکیوں نے اسے دشواریوں میں مبتلا کیا تھا.....!

تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہیے.....! یا پھر ہو سکتا ہے کہ کسی متمول گھرانے کی کوئی اوباش لڑکی ہو.....! اجنبیوں کو اسی طرح اپنی طرف متوجہ کر کے ان کے ساتھ وقت گزارتی ہو.....!

اس نے گاڑی کے ایک پوشیدہ خانے سے چار سو دس بور کی چھوٹی سی دو نالی بندوق نکالی اور اسے لوڈ کر کے جھیل کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگا جہاں آبی پرندے تیر رہے تھے۔

دفعتاً لڑکی زور سے چیخی اور وہ چونک کر آواز کی طرف پلٹ پڑا۔ لڑکی پانی کے باہر کھڑی نظر آئی۔

اس نے دیکھا کہ وہ کنارے سے گیلی مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے جسم پر پلاسٹر کر رہی ہے۔ ساتھ ہی فلمی ریڈ انڈین اسٹائل میں چیخیں بھی مارتی جا رہی تھی۔

وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ ادھر لڑکی بالکل بھوتنی بن کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ شور مچاتی ہوئی چٹانوں کی طرف بھاگ نکلی۔

''کیا بلا ہے یہ.....؟'' وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

لڑکی چٹانوں میں غائب ہو گئی اور وہ پھر اپنی گاڑی کے قریب آ کھڑا ہوا۔

دس منٹ گزر گئے..... لیکن اس کی واپسی نہ ہوئی..... اس نے ایک بار پھر بُرا سا منہ بنایا اور اس طرف چل پڑا جدھر لڑکی گئی تھی۔

اس کے جسم سے گرنے والی مٹی رہنمائی کرتی رہی..... تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مٹی گرتی گئی تھی۔

بالآخر وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہوا اور پھر اچانک اسے رک جانا پڑا۔

سامنے ہی کوئی اوندھا پڑا تھا لیکن یہ تو کوئی مرد تھا اور اس کے جسم پر پورا لباس موجود تھا۔

وہ چند لمحے ساکت وصامت کھڑا اسے گھورتا رہا..... پھر آگے بڑھا اور پھر جیسے ہی اس نے اسے سیدھا کیا حلق سے تحیر زدہ سی آواز نکل گئی۔

وہ تو ایک لاش تھی اور چہرہ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا.....!

دفعتاً وہ پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف بھاگا۔ یہاں سے گاڑی کا فاصلہ ایک یا ڈیڑھ فرلانگ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا لیکن وہاں لڑکی کی گاڑی نظر نہ آئی۔

نکل گئی..... اس نے سوچا اور گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایس پی ہومی سائیڈ کو کال کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد جواب ملا۔

''یور آئیڈنٹیٹی پلیز.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کیپٹن حمید..... مرکزی محکمۂ سراغرسانی.....!''

''کہیے کیا بات ہے.....!''

''مفرور ملزم سرفراز کی لاش مل گئی ہے.....!''

''کون سرفراز.....!''

''کیفے دارا کا منیجر.....!''

''اوہ.... آپ کہاں ہیں؟''

''ایک جھیل کے کنارے..... ہائی وے کے اکہترویں میل پر جو پٹرول پمپ ہے وہاں پہنچ جائیے.....!''

''کیا آپ وہیں ملیں گے.....!''

''جی ہاں..... اوور اینڈ آل.....!''

ٹرانسمیٹر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور پھر گاڑی سے اتر آیا۔

لڑکی نے جہاں اپنی گاڑی کھڑی کی تھی وہاں گاڑی موڑنے کے نشانات موجود تھے۔ شاید وہ اسے لاش کے راستے پر پر لگا کر خود صاف نکل گئی تھی۔

حمید پھر اپنی گاڑی کی طرف پلٹ آیا اور اب اس کی نظر اس وزیٹنگ کارڈ پر پڑی جو

گاڑی کی پچھلی نشست پر رکھا ہوا تھا۔ یہ کسی یاسمین فریدوں کا کارڈ تھا، جو سارہ بائی بلڈنگ کے پندرہویں فلیٹ میں مقیم تھی۔

کارڈ کی پشت پر پنسل سے بہت جلدی میں گھسیٹا گیا تھا۔ ''تم بالکل بدھو ہو!''

حمید نے ہونٹ بھینچ کر سر ہلاتے ہوئے کارڈ کو بڑی احتیاط سے پرس میں رکھ لیا۔

اب اس کی گاڑی دوبارہ پٹرول پمپ کی طرف جا رہی تھی......!

ہومی سائیڈ اسکواڈ سورج غروب ہونے سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکا تھا اور جائے واردات تک پہنچتے پہنچتے گہری تاریکی پھیل گئی۔

ٹارچ کی روشنی میں وہ اس درے تک پہنچے تھے جہاں لاش پڑی ہوئی تھی۔

لاش کے آس پاس کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے اس وقوعے پر کسی قسم کی روشنی پڑ سکتی۔

دل کے مقام پر گولی لگنے سے موت واقع ہوئی ہو گی لیکن زمین پر کہیں خون کا ہلکا سا دھبہ بھی نہ مل سکا۔ صرف قمیض اور کوٹ کا کچھ حصہ خون آلود تھا۔

''لاش کہیں اور سے یہاں لائی گئی ہو گی!'' ایس پی بڑبڑایا۔

''ظاہر ہے!'' حمید بولا۔

''لیکن آپ یہاں تک کیسے پہنچے......!''

''ادھر شکار کی تلاش میں آیا تھا..... ایک زخمی پرندے کا تعاقب کرتا ہوا اس طرف آ نکلا..... لاش کی دریافت اتفاقیہ تھی!''

بات اس سے آگے نہ بڑھ سکی۔ پھر وہ لاش اٹھوا کر شہر کی طرف واپس ہوئے تھے۔

حمید کی گاڑی بھی اب شہر کی طرف جا رہی تھی۔ آوارہ گردی کا پروگرام ملتوی ہو چکا تھا۔

شہر پہنچ کر اس نے گھر کی راہ لی...... فریدی گھر پر موجود تھا۔

''خیریت......!'' وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''کیا اس سے بھی دل اکتا گیا!''

''جی نہیں! شاید قبر میں بھی مجھے سکون نہ مل سکے......!''

''قبر میں مٹی اور حشرات الارض کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا......!''

''پھر بھول گئے آپ!''

''اسے تمہاری عقل سے فرصت ملے تو کسی اور پر بھی پڑے....!''

''نہیں واقعی..... میں نہیں بھاگ سکتا.....مقدرات کی زنجیر مجھے بہرطور اسی خرابے میں کھینچ لائے گی......!''

''کیا ہوا.....! کسی لڑکی نے انکل کہہ دیا کیا......!''

''جہنم میں جائے لڑکی......!''

''تنہا نہیں جائے گی تم بھی ہو گے اسکے ساتھ.....اب آ جاؤ اصل بات کی طرف.....!''

''لڑکی ہی تھی......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور پوری کہانی دہرا دی......!

''تم سے حماقت سرزد ہوئی......!'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔ ''تمہیں سب سے پہلے مجھے مطلع کرنا چاہیے تھا.....!''

''کیس ہمارے پاس تو نہیں تھا.....!''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم روز بروز ناکارہ سے ناکارہ ترین ہوتے جا رہے ہو.....!''

''میں نہیں سمجھا.....!''

''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تم نے براہ راست کسی بھی معاملے میں ہومی سائیڈ والوں سے رابطہ قائم کیا ہو! اور پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ لاش اتفاقاً دریافت نہیں ہوئی تھی۔''

''میں نے اسے اتفاق ہی کا رنگ دیا ہے۔''

''میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.....سرفراز کے بارے میں تم کیا جانتے ہو!''

''کیفے دارا کا مینجر تھا۔ ایک ہفتہ قبل کیفے دارا پر پولیس کا چھاپہ پڑا تھا جہاں سے وافر مقدار میں منشیات برآمد ہوئی تھیں اور سرفراز روپوش ہو گیا تھا......!''

''چھاپہ کس بناء پر پڑا تھا......!''

''مجھے تفصیل کا علم نہیں!''

''کسی نامعلوم عورت نے ایس۔ پی ایسٹ ڈویژن کو فون پر اطلاع دی تھی کہ کیفے دارا میں منشیات کی ایک بڑی کھیپ اتاری گئی ہے!''

''اوہ......!''

''لڑکی کی گاڑی کا نمبر یاد ہے؟''

''نہیں......!''

''گاڑی کا میک......!''

''نئے موڈل کی مرسڈیز تھی......!''

''شہر میں بے شمار ہیں!'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔

''لڑکی کا حلیہ.....!''

''پہلے خوب صورت......پھر بھوتنی......!''

''سنجیدگی اختیار کرو۔'' فریدی کا لہجہ سخت تھا۔

''دمدار نہیں تھی۔'' حمید بھی جھنجھلا گیا۔

وزیٹنگ کارڈ کے بارے میں بتانا بھول گیا تھا۔ یاد آنے پر بھی جھنجھلاہٹ کی بناء پر گول کر گیا۔

فریدی اٹھ گیا۔ حمید سٹنگ روم میں بیٹھا رہا۔ وہ لڑکی کا حلیہ کیا بتاتا۔ بس وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔ بالتفصیل سراپا بتانے بیٹھتا تو غزل ہو جاتی۔

ہوسکتا ہے بعد میں وہ بھتنی اس لیے بن گئی ہو کہ اس کا حلیہ بیان کرنے والا دشواری میں پڑ جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میک اپ میں رہی ہو اور جھیل میں غوطے لگانے کی وجہ سے میک اپ اتر گیا ہو۔ لہٰذا اصلی صورت چھپانے کیلئے چہرے پر کیچڑ کا پلاسٹر کرلیا گیا ہو۔

تو پھر اب کیا کرنا چاہیے۔ فریدی کو خواہ مخواہ ناراض کر دیا۔ وہ سوچتا اور بور ہوتا رہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو.....!''

''کون صاحب ہیں؟'' دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

''حمید......!''

''ارے واہ بھولے بادشاہ.....سچ مچ بدھو تھوڑا ہی ہو......کیا برا مان گئے.....!''

''اب کیا ہے؟ لاش وہاں سے اٹھوالی گئی......!''

''کیا مطلب.....کیسی لاش......؟''

''اس سے کام نہیں چلے گا.....عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ فوراً مجھ سے مل لو.....!''

''دوبارہ ملاقات ہی کی توقع پر تو اپنا کارڈ تمہاری گاڑی میں چھوڑ آئی تھی!''

''تو تمہارا نام یاسمین فریدوں ہے!''

''نہیں مٹر کی پھلی......!''

''کیا مطلب......!''

''غیر ضروری سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ میں اپنے فلیٹ میں تمہاری منتظر ہوں...!''

''سوال یہ ہے کہ تم خود ہی کیوں نہیں آجاتیں!''

''میں خطرے میں ہوں......! فلیٹ سے باہر نہیں نکل سکتی....!''

''کھل کر بات کرو۔''

''تم سمجھتے کیوں نہیں! میں خطرے میں ہو......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

حمید ریسیور رکھ کر کچھ دیر گم سم بیٹھا رہا پھر اٹھا ہی تھا کہ فریدی دروازے میں کھڑا دکھائی دیا۔ وہ اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس کی چوری پکڑ لی ہو......!

''کہاں چلے......!'' بالآخر وہ بولا۔

''کہیں نہیں......!''

''بیٹھ جاؤ!'' فریدی کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

''کیا مطلب......!''

''لڑکی کا وزیٹنگ کارڈ......!'' فریدی ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

''تت......تو......آپ دوسرے انسٹرومنٹ پر سن رہے تھے....!''

''اور تیسرے انسٹرومنٹ پر ایکسچینج کو ہدایت بھی کی تھی کہ اس کال کو چیک کر کے بتایا جائے کہ یہ کس نمبر سے ہو رہی ہے!''

حمید نے طویل سانس لی اور کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اس بار فریدی نے ریسیور اٹھایا تھا۔

''ہیلو..... ہاں ہاں.....میں ہی ہوں......اوہ......اچھا۔ شکریہ......!'' وہ ریسیور رکھ کر

''وہ کال کسی فلیٹ سے نہیں ہوئی تھی......!'' اس نے باالآخر کہا۔

''پھر......!''

''تیرہ نمبر کے پبلک ٹیلیفون بوتھ سے!''

''لل......لیکن...اس نے تو کہا تھا کہ وہ خطرے میں ہے اور فلیٹ سے باہر نہیں نکل سکتی!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ وزیٹنگ کارڈ پر نظر جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔''اور تیرہ نمبر کا بوتھ بھی اس علاقے میں نہیں ہے جہاں سارہ بائی بلڈنگ واقع ہے!''

''پتہ نہیں کیا چکر ہے!'' حمید سر سہلاتا ہوا بڑبڑایا۔

''ابھی معلوم ہوا جاتا ہے......بیٹھ جاؤ......!''

فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔''ہارڈ اسٹون......چیک کرو کہ سارہ بائی بلڈنگ کے پندرہویں فلیٹ میں کون رہتا ہے۔ فلیٹ مقفل ہو تو کسی طرح اندر داخل ہونے کی کوشش کرو......آدھے گھنٹے کے اندر اندر رپورٹ چاہیے!'' پھر ریسیور رکھ کر سگار لگانے لگا۔

''میں ڈائننگ روم میں جا رہا ہوں!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

ہارڈ اسٹون کے حوالے پر وہ سمجھ گیا تھا کہ فون بلیک فورس کے کسی ممبر کو کیا گیا ہے۔

ڈائننگ روم میں پہنچ کر اس نے کھانا طلب کیا۔ کھانے اور کافی کے اختتام تک وہ مدت پوری ہو گئی، جو بلیک فورس کے کسی ممبر کو دی گئی تھی۔

حمید وہاں سے اٹھ کر پھر سٹنگ روم میں آیا۔ فون کا ریسیور فریدی کے ہاتھ میں تھا اور وہ بہت غور سے دوسری طرف کی بات سن رہا تھا۔

بالآخر ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

''اس فلیٹ میں بھی ایک لاش موجود ہے فرزند......کسی لڑکی کی لاش اب تم وہاں جا کر اسے شناخت کر سکتے ہو!''

لاشیں

وہ فرش پر چت پڑی تھی۔ بائیں کنپٹی پر ایک بدنما سوراخ تھا..... آنکھیں کھلی ہوئی تھیں..... غالباً موت کے ساتھ ہی تحیر اور خوف کے آثار چہرے پر منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔

فریدی نے سوالیہ انداز میں حمید کی طرف دیکھا اور حمید نے اپنے سر کو اثباتی جنبش دی۔

اس کی بھی تصدیق ہو گئی تھی کہ مقتولہ کا نام یاسمین فریدوں ہی تھا اور وہ پچھلے تین سال سے اسی فلیٹ میں مقیم تھی۔

لاش کے تفصیلی معائنے کے بعد فریدی حمید کو الگ لے گیا۔ اس کے محکمے کے بعض شعبوں کے ماہرین فلیٹ کے دوسرے کمروں میں بھی مصروف کار تھے۔

''تمہیں یقین ہے کہ یہی تھی......!'' فریدی نے حمید سے سوال کیا۔

''یہی تھی......!'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''بڑی عجیب بات ہے؟''

''میں بھی اسی پر غور کر رہا ہوں!'' حمید کا لہجہ غم انگیز تاثر سے خالی نہیں تھا۔

''فون پر بھی اسی کی آواز تھی......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ کچھ دیر پہلے فون پر مجھ سے اسی نے گفتگو کی تھی۔''

''اور ملاقات غالباً چار بجے شام کو ہوئی تھی.....!''

''جی ہاں..... چار یا سوا چار بج رہے ہوں گے۔''

''لیکن میرا تجربہ ہے کہ یہ لڑکی چار بجے زندہ نہیں تھی......! قتل دس اور بارہ کے درمیان ہوا ہے، ہو سکتا ہے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کا فرق آئے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے......!'' حمید بولا۔

''تو پھر......!''

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی بھی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''پڑوس میں کسی نے بھی فائر کی آواز نہیں سنی تھی لیکن قتل فلیٹ ہی میں ہوا تھا۔ فرش پر

پھیلا ہوا خون یہی ظاہر کر رہا تھا۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ سرفراز بھی اسی عمارت میں رہتا تھا!" دفعتاً فریدی بولا۔

"نہیں......! اوہ......!"

"دوسری منزل پر.....فلیٹ نمبر ستائیس میں!"

"کیا یہ محض اتفاق ہو سکتا ہے......!"

فریدی خاموش رہا۔

حمید کا ذہن مسلسل چیخے جا رہا تھا۔ وہ یہی لڑکی تھی۔ وہ یہی لڑکی تھی لیکن لاش کی حالت فریدی کے نظریئے کی بھی تردید نہیں کر رہی تھی تو پھر یہ سب کیا تھا....؟ دوسری طرف منطقی شعور اسے باور کرنے پر تیار نہیں تھا کہ قتل ہو جانے کے بعد بھی اس کی روح کا رابطہ عالم اجسام سے نہیں ٹوٹا تھا۔

پھر اس اتفاق کو کیا کہیے کہ مقتول سرفراز کی رہائش بھی اسی عمارت میں تھی۔

رات کا بیشتر حصہ اس قضیے کی نذر ہو گیا۔ دوسری صبح وہ دیر تک سوتا رہا تھا۔ سوتا ہی رہتا اگر ٹیلیفون کی گھنٹی نہ بجتی۔

"ہیلو......!" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔ نیند کی جھونجھل میں تھا لیکن دوسری طرف سے ایک نسوانی قہقہہ سن کر اس کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔

"میں مر چکی ہوں کیپٹن حمید!" قہقہے کے اختتام پر کہا گیا۔

"مجھے تو زندہ رہنے دو......!"

"تم بھی مر چکے ہو......! ہم سب مر چکے ہیں!" دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر ہچکیاں اور سسکیاں سنائی دینے لگیں۔ وہ رو رہی تھی۔

"تم آخر ہو کیا بلا......!" حمید دانت پیس کر بولا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی۔

پھر وہ بڑی عجلت کے ساتھ اپنی خواب گاہ سے برآمد ہوا تھا لیکن ملازموں سے معلوم ہوا کہ فریدی گھر پر موجود نہیں ہے۔ منہ اندھیرے ہی کہیں چل دیا تھا۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر حمید سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

''کچھ بھی نہیں....!'' ذہن نے جواب دیا۔ ''آج اتوار ہے......!''

لیکن وہ آواز جو ابھی فون پر سنائی دی تھی۔ کیا اسے اتوار کی خوشیاں نصیب ہونے دے گی۔ پتہ نہیں وہ کون ہے اور کیا چاہتی ہے۔

ہنسی میں جتنی کھنک تھی اتنا ہی گداز رونے میں تھا۔ جب وہ فون پر روئی تھی تو حمید کی آنکھیں غیر ارادی طور پر بھیگ گئی تھیں اور وہ جملہ کتنی تاثر انگیزی کے ساتھ کہا گیا تھا۔ ''تم بھی مر چکے ہو......ہم سب مر چکے ہیں....!''

فون کی گھنٹی پھر بجی.....وہ تیزی سے انسٹرومنٹ کی طرف جھپٹا تھا لیکن اس بار فریدی کی آواز سنائی دی تھی۔

''ہم سب مر چکے ہیں؟'' وہ ماؤتھ پیس میں دہاڑا تھا۔

''کیا بکواس ہے......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اوہ.....کچھ نہیں....آپ کہاں سے بول رہے ہیں!''

''تیرہ نمبر کے پبلک ٹیلیفون بوتھ سے......!''

''اوہو.....کوئی خاص بات......!''

''کچھ دیر پہلے تم نے کوئی کال ریسیو کی تھی......!''

''جی ہاں....وہ عالم بالا سے بول رہی تھی۔ کیا اس بوتھ کی کالیں ٹیپ کی جارہی ہیں....!''

''ہاں....میرا خیال ہے کہ وہ اس بوتھ کے آس پاس ہی کہیں رہتی ہے!''

''یہ بوتھ ہے کہاں......!''

''اپر کلاس ہاؤسنگ سوسائٹی میں......!''

''اوہ......!کس جگہ......؟''

''سوسائٹی کے ٹیلیگراف آفس کے قریب......!تم کتنی دیر میں یہاں پہنچ سکتے ہو!''

''میں تیار ہی ہوں......!''

''آجاؤ.....میں ٹیلیگراف آفس میں ملوں گا۔''

ٹیلیگراف آفس تک پہنچنے میں پندرہ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے تھے۔ فریدی کی لنکن ٹیلی گراف آفس کے قریب کھڑی نظر آئی اور وہ گاڑی ہی میں بیٹھا ہوا تھا.....حمید کو پیچھے

آنے کا اشارہ کر کے گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

سات آٹھ منٹ بعد ان کی گاڑیاں مے پول ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئیں۔

ڈائننگ ہال سنسان تھا.....فریدی کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''فرمائیے جناب!'' کاؤنٹر کلرک نے مؤدبانہ کہا۔

''منیجر سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟''

''وہ تو تارجام تشریف لے گئے ہیں جناب!''

''اوہ.....اچھا.....ذرا ہیڈ ویٹر کو بلوا دیجئے......!''

''کوئی خاص بات ہے جناب!'' کلرک نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔ وہ شاید ان دونوں کو پہچانتا تھا۔

''نہیں کچھ ایسی تشویش کی بات نہیں!''

''وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر ہے جناب!''

''اس کا پتہ......!''

''ابھی حاضر کرتا ہوں جناب!'' اس نے کہا اور کاؤنٹر سے اٹھ کر منیجر کے کمرے میں چلا گیا۔

حمید خاموش کھڑا تھا۔ بہت سے سوالات اس کے ذہن میں کلبلا رہے تھے لیکن اس نے فی الحال صرف پائپ ہی سے شغل کرتے رہنے کو ترجیح دی۔

کاؤنٹر کلرک واپس آ گیا..... ہیڈ ویٹر کا پتہ ایک سلپ پر تحریر کر لایا تھا۔

''اور کوئی خدمت جناب!'' اس نے سلپ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں......شکریہ!''

وہ پھر باہر آئے۔

''تم اپنی گاڑی فی الحال یہیں پارک رہنے دو.....اور میرے ساتھ چلو۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''اور کوئی خدمت جناب!''

''چلو بیٹھو!''

''ہیڈ ویٹر کی تلاش کیوں ہے!'' حمید نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی بتاتا ہوں!''

گاڑی مے پول کی کمپاؤنڈ سے باہر نکلی اور فریدی بولا۔ ''یاسمین فریدوں ایک مقامی فرم میں اسٹینو تھی......!''

''میں نے ہیڈ ویٹر کے بارے میں پوچھا تھا۔''

''پچھلی رات اسکے کمرے سے ایک بیج برآمد ہوا تھا اور یہ بیج مے پول کے ہیڈ ویٹر کا ہے۔''

''اوہ......!''

''معلوم ہوا ہے کہ یاسمین اور سرفراز ایک دوسرے سے بہت قریب تھے۔ ان کے تعلقات کے بارے میں سارہ بائی بلڈنگ کے دوسرے کرایہ دار عموماً چہ میگوئیاں کرتے رہتے تھے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ سرفراز کیوں مارا گیا؟''

''ٹھہرو بتاتا ہوں!'' فریدی نے کہا اور گاڑی ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کے قریب روک دی۔ حمید کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ نیچے اتر گیا۔ قریباً دو تین منٹ بعد ٹیلیفون بوتھ سے برآمد ہو کر پھر گاڑی میں آبیٹھا۔

''ایک دلچسپ اطلاع......!'' وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میری دلچسپی کی چیز فی الحال اس لڑکی کے علاوہ اور کچھ نہیں جو مر جانے کے باوجود بھی مجھے بور کیے جا رہی ہے۔''

''اسی کا قصہ ہے۔''

''جلد سے جلد سنا دیجئے!'' حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

''آج نو بجے اس نے جو کال تمہیں کی تھی اس کا ٹیپ اس پولیس آفیسر کو سنایا گیا جسے کسی عورت نے فون پر کیفے دارا سے متعلق اطلاع دی تھی.....وہ پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ یہ آواز اسی عورت کی ہے!''

''خدا کی پناہ۔''

''کھیل دلچسپ معلوم ہوتا ہے!'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''خیر تم نے پوچھا تھا کہ سرفراز کیوں مارا گیا۔ ظاہر ہے کہ اگر اسے قتل کیا گیا ہے تو اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ

گرفتاری کے بعد پولیس کو بیان دے سکے۔''

حمید کچھ نہ بولا......اس کا ذہن اسی لڑکی میں الجھا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

''تو وہ لڑکی قاتلوں کو بھی جانتی ہوگی۔''

''ضروری نہیں ہے؟ قاتلوں کو جانتی ہوتی تو براہِ راست مطلع کر دیتی اس طرح ان دونوں لاشوں تک تمہاری رہنمائی نہ کرتی۔''

''لیکن یہ بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتی ہے!''

''اس میں کیا شک ہے!''

''اگر وہ یاسمین کا میک اپ اپنے چہرے پر کرسکتی ہے تو آواز بدلنے پر بھی قادر ہوگی!''

''کلیہ نہیں ہے! بہتیرے لوگ آواز نہیں بدل سکتے لیکن دوسرے فنون کے ماہر ہوتے ہیں۔''

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملی......!''

''ابھی نہیں!''

''ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی!''

''کیا؟''

''آخر حالات میرا ہی پیچھا کیوں کرتے ہیں!''

''واقعی مجھے بھی حیرت ہے! تم اسی لیے تو بھاگ نکلتے تھے کہ اتوار کا دن اپنی مرضی سے گزار سکو....!''

''آدمی کو بھی اگر سرد خانے میں رکھا جا سکتا......تو میں کم از کم پندرہ دن کے لیے ضرور ڈپازٹ ہو جاتا۔''

''جھک مارتے رہو......! کیا فرق پڑتا ہے!''

''اس کی آواز میرے ذہن پر نقش ہو کہ رہ گئی ہے!''

''سچ مچ بڑی دلکش آواز ہے!'' فریدی بولا۔

اب ان کی گاڑی شہر کے ایک بیچلرز بورڈنگ ہاؤز کے سامنے رکی۔

بورڈنگ ہاؤز کی منتظمہ ایک معمر عیسائی عورت تھی۔

''ہمیں فاروق سے ملنا ہے......!'' فریدی نے اس سے کہا۔

''کون فاروق؟''

''مے پول میں ہیڈ ویٹر ہے!''

''اوہ.....وہ تو بہت بیمار ہے جناب! ہم نے اسے سول ہسپتال داخل کرا دیا ہے!''

''کس وارڈ میں....!''

''جنرل وارڈ بیڈ نمبر تھرٹین!''

''کب داخل کرایا ہے......؟''

''آج صبح.....اسے خون کی قے ہوئی تھی......!''

اب وہ سول ہسپتال کی طرف جا رہے تھے لیکن فاروق سے پوچھ گچھ کرنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

وہ بھی دم توڑ چکا تھا۔

''اس نے خودکشی کی تھی یا کسی نے اسے زہر دیا تھا!'' ڈاکٹر نے فریدی کو بتایا۔

وہ پھر بورڈنگ ہاؤز کی طرف پلٹے۔

''تم دشواری میں پڑ گئی ہو......!'' فریدی نے منتظمہ سے کہا۔

''کیوں جناب؟'' وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

''فاروق مر گیا.....موت کی وجہ سے زہر خورانی بتائی گئی ہے!''

منتظمہ نے سینے پر کراس بنایا اور اپنی عافیت کی دعائیں مانگنے لگی۔ پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''رات اس نے یہاں نہیں گزاری تھی.....صبح آیا تھا اور زینوں ہی پر اسے قے ہو گئی تھی......! یہاں کے کئی کرایہ دار اس وقت موجود تھے......!''

''خیر.....ہم اس کے کمرے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں!''

''آپ کون ہیں جناب!''

''پولیس!''

''خدا امن پسندوں کی حفاظت کرے.....!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں! ہمیں اس کے کمرے میں لے چلو۔''

کمرے میں پہنچ کر فریدی نے اس سے کہا۔ ''اب تم باہر جا سکتی ہو......!'' وہ چپ

چاپ چلی گئی۔

''آپ یہاں کیا دیکھیں گے....!'' حمید نے پوچھا۔

''وردی والا کوٹ جس میں بیج لگایا جاتا ہے......!''

اور وہ کوٹ جلد ہی مل گیا۔

''یہ دیکھو......!'' فریدی نے کوٹ کے ایک پھٹے ہوئے حصہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''بیج یہیں تو لگایا جاتا ہے.....!''

''اوہ.....تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یاسمین کا قاتل فاروق ہی تھا!'' حمید بڑبڑایا۔

''بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے! کسی کشمکش کے دوران میں بیج کوٹ سے اس طرح الگ ہوا کہ کپڑا پھٹ گیا....!''

اور پھر تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد اسی کمرے سے ایک ایسا پستول بھی برآمد کر لیا گیا جس کی نال پر سائیلنسر فٹ تھا اور میگزین میں ایک کارتوس بھی کم تھا۔

قصہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر ڈھائی تین بجے تک وہ دونوں الگ الگ مصروف رہے تھے.....تین بجے کے قریب حمید گھر پہنچا۔ اس کی بھاگ دوڑ کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ فاروق کی پچھلے دن کی نقل وحرکت کے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔

تین دن پہلے اس نے ہوٹل سے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی۔ اس سے ایک دن قبل کیفے دارا پر چھاپہ پڑا تھا اور سرفراز کو پولیس نے روپوش قرار دے دیا تھا۔

گویا چھاپہ پڑنے کے ایک دن بعد فاروق نے چھٹی لے تھی۔

چار بجے فریدی واپس آیا۔

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اور میرے اندازے میں سرمو فرق نہیں۔ البتہ سرفراز کی موت اس سے دو گھنٹے بعد واقع ہوئی تھی......!'' اس نے کہا۔

''تو فاروق ہی یاسمین کا قاتل تھا......!''

''اس کے سر سے برآمد ہونے والی گولی اسی پستول سے چلائی گئی تھی، جو فاروق کے کمرے میں ملا تھا.....اس کے برخلاف جس گولی نے سرفراز کا خاتمہ کیا وہ اعشاریہ چار پانچ

کے ریوالور سے چلائی گئی تھی......!''

حمید خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ وہ تو اسی لڑکی کے بارے میں سوچ جارہا تھا جس نے بڑے انوکھے انداز میں ان جرائم کی نشاندہی کی تھی۔ آخر وہ کون تھی اور کیا چاہتی تھی۔

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فاروق کو زہر دینے والا کون تھا!'' فریدی اپنے لیے کافی انڈیلتا ہوا بولا۔ ''خودکشی کا امکان نہیں..... زہر اپنے ہی گھر پر کھا کر موت کا انتظار کیا جاتا ہے..... کہیں اور کھا کر گھر کی راہ نہیں لی جاتی۔''

''وہ....لل....لڑکی......!'' حمید ہکلایا۔

''خدا تم پر رحم کرے......!''

''کر ہی دے گا کسی نہ کسی دن!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''اس کی انگلیوں کے نشانات حاصل کر لیے گئے ہیں۔''

''کہاں سے؟'' حمید چونک پڑا۔

''وہیں سے جہاں اس نے اپنے جسم پر کیچڑ ملی تھی.....! ایک چٹان پر پوری ہتھیلی کی چھاپ مل گئی ہے لیکن یہ نشانات یاسمین فریدوں کی انگلیوں کے نشانات سے مختلف ہیں.....!''

''کمال ہے؟ کیا میں سنجیدگی سے اسے کسی روح کا کارنامہ سمجھتا رہا ہوں!'' حمید بولا۔

''آپ کی رومان پسندی سے کچھ بعید نہیں!''

''لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ یاسمین کے میک اپ میں کیوں تھی!''

''تلاش کرو اور پوچھ لو......!''

''ہوسکتا ہے فاروق کے سلسلے میں بھی وہی کچھ کر گزرے......!''

''احمقوں کی جنت سے نکل کر کام کے آدمی بنو!''

''کیا مطلب!''

''تیرھویں ٹیلیفون بوتھ کے آس پاس اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آواز بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اب تم اسے صرف آواز ہی سے پہچان سکو گے...!''

''یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹیلیفون بوتھ کے قریب کھڑا ہو کر ہر آتی جاتی لڑکی کو چھیڑوں جب وہ گالیاں دینا شروع کر دے تو اس کی آواز پہچاننے کی کوشش کروں!''

''جو طریقہ چاہو اختیار کرو..... مجھے اس سے غرض نہیں......!''

''کیفے دارا کے ملازمین سے بھی پوچھ گچھ تو کی ہی گئی ہوگی......!''

''لیکن کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ منشیات کی کھیپ کہاں سے آئی تھی، جو بتا سکتا تھا وہ مار ڈالا گیا......!''

''یاسمین کیوں ماری گئی.....؟''

''ہوسکتا ہے وہ بھی کچھ جانتی ہو.....!''

''فاروق......!''

''وہ کم از کم یہ تو بتا ہی سکتا کہ یاسمین کو کس نے قتل کرایا تھا......!''

''سوال تو یہ ہے کہ یہ کشت وخون کیا محض اسی بناء پر ہوا ہے کہ منشیات کا اصل تاجر اپنی شخصیت کو چھپانا چاہتا ہے۔''

''اس سٹیج پر صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے!'' فریدی بولا۔

''خیر..... ہوگا کچھ!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''تو پھر مجھے اجازت ہے!''

''کیا مطلب!''

''نکل جاؤں اس لڑکی کی تلاش میں!''

''تمہارے لیے فی الحال یہی مناسب ہوگا!'' فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن حمید اس سے کوئی اثر لیے بغیر فراخدلانہ انداز میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

گاڑی کے بجائے موٹر سائیکل نکالی تھی اور نتھنوں میں وہ اسپرنگ فٹ کر لیے تھے۔ جن کے دباؤ سے نہ صرف ناک کی نوک اوپر اٹھ جاتی تھی بلکہ اوپری ہونٹ کی پوزیشن بھی اس طرح بدل جاتی تھی کہ دانت نظر آنے لگتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ٹیلیفون بوتھ کی نگرانی احمقانہ حرکت ہوگی کیوں نہ آس پاس کی کوٹھیوں میں یہ دیکھا جائے کہ نئے موڈل کی مرسڈیز گاڑیاں کہاں کہاں ہیں۔

ٹیلیفون بوتھ کی نگرانی کے لیے اس نے اپنے تین ماتحتوں کو طلب کر کے کہا۔

''اگر کوئی بے حد خوبصورت لڑکی یہاں فون کرنے آئے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔''

''بے حد خوبصورت!'' ایک ماتحت نے پریشان ہو کر دہرایا۔

''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا......!''

''رنگ....قد......جسامت.....کوئی امتیازی خصوصیت!''

''بکواس بند کرو.....صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ سیاہ گھونگریالے بال......!''

''بس جناب کافی ہے!'' ماتحت جلدی سے بولا اور حمید مرسڈیز گاڑیوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

کئی کوٹھیوں میں نئے موڈل کی مرسڈیز گاڑیاں دکھائی دیں اور ایک بہت بڑی عمارت جس کا نام سیونتھ ہیون تھا اس میں تو پوری پانچ عدد نئے موڈل کی مرسڈیز کاریں تھیں اور ان کی رنگت بھی سفید تھی۔

''پانچ سفید گاڑیاں!'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''کہیں انہیں میں سے کوئی نہ رہی ہو....!''

تو پھر کیا کرنا چاہیے! وہ سوچ ہی رہا تھا کہ سیونتھ ہیون کے پھاٹک سے ایک اسکوٹر برآمد ہوا جس پر سنہرے بالوں والی ایک بے حد اسمارٹ لڑکی سوار تھی۔

تب پھر اچانک اسے کیوں نہ خیال آتا کہ تفصیلی چھان کی ابتداء اسی عمارت سیونتھ ہیون سے کی جائے۔

لہٰذا تفصیلی چھان بین کے لیے موٹر سائیکل اسی ''حسن بردار'' اسکوٹر کے پیچھے لگا دی گئی۔

لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس تھی..... بالوں کی بندش کچھ اس قسم کی تھی کہ تیز ہوا بھی انہیں منتشر نہیں کر سکتی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اب اسے نتھنوں سے اسپرنگ نکال لینا چاہئے....ایسی مکروہ صورت لے کر لڑکی سے جان پہچان پیدا کرنے سے کیا فائدہ....!

اسکوٹر کی رفتار بہت تیز تھی۔ حمید نے تیس چالیس گز کا فاصلہ برقرار رکھا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ شہری آبادی پیچھے چھوڑ گئے۔ یہ سڑک انہیں غالباً ایک ساحلی تفریح گاہ کی طرف لے جا رہی تھی۔

سنسان سڑک پر لڑکی کے اسکوٹر کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی۔ حمید نے بھی معینہ فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے موٹر سائیکل کی رفتار بڑھا دی۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ لڑکی اسکوٹر کی رفتار کم کر رہی ہے..... اس نے بھی اسی

مناسبت سے اپنی رفتار کم کر دی۔ پھر ایسا ہوا کہ دونوں ہی نے بیک وقت اپنی اپنی گاڑیاں روک دیں۔

حمید نے غیر ارادی طور پر ایسا کیا تھا لیکن غلطی کا احساس ہوتے ہی اس نے موٹر سائیکل تیزی سے آگے بڑھائی اور پھر اسے آگے نکالتا لیتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی کا اسکوٹر اس کے برابر ہی چل رہا تھا اور اب تو وہ اس پر گویا لدی پڑ رہی تھی.... بار بار ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سائیڈ سے ٹکرا جانا چاہتی ہو۔ حمید بڑی پھرتی سے بچنے کی کوشش کرتا۔

''اکیلا دیکھ کر چھیڑ رہی ہو!'' دفعتاً وہ بہت زور سے چیخا۔ ''کیا باپ بھائی نہیں ہیں....!''

وہ کچھ نہ بولی لیکن اس کی وہ حرکت برابر جاری رہی۔

اس کی اس دلیری پر وہ ششدر رہ گیا۔ ذرا سی بھول چوک دونوں ہی کو دوسری دنیا کی سیر کرا سکتی تھی۔

رقاصہ

ساحل کے قریب والے چوراہے پر ٹریفک کانسٹیبل موجود تھا۔ شاید اس کی وجہ سے لڑکی کا یہ رویہ فوری طور پر تبدیل ہو گیا۔ وہ اپنا اسکوٹر آگے نکال لے گئی۔

بہرحال حمید کے لیے یہ ایک خطرناک تجربہ تھا۔

لڑکی کا اسکوٹر ساحل کے اس حصے کی طرف مڑ گیا جہاں پرائیویٹ موٹر بوٹس لنگر انداز رہتی تھیں۔

حمید بھی اپنا موٹر سائیکل ادھر ہی لیتا چلا گیا۔

''کیا تم کسی پاگل خانے سے فرار ہوئی ہو......!'' وہ اس کے سر پر پہنچ کر غرایا۔

لڑکی نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا اور ایک مضمحل سی مسکراہٹ اسکے چہرے پر پھیل گئی۔

''جواب دو!''

لڑکی نے اپنا منہ کھول دیا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے خود اس کا دم گھٹ گیا ہو......!

لڑکی کے منہ میں زبان نہیں تھی۔

''اوہ....! مجھے افسوس ہے!'' وہ یک لخت ڈھیلا پڑ گیا۔

لڑکی اسکوٹر سے اتر کر ریت پر بیٹھ گئی اور اشارے سے کاغذ اور قلم مانگا۔

حمید پر ''انسانیت'' کا دورہ پڑ چکا تھا اس نے اپنی جیبی ڈائری سے دو تین ورق علیحدہ کیے اور فاؤنٹین پن سمیت اس کے حوالے کر دیئے۔

لڑکی لکھنے لگی۔

''میں پیدائشی طور پر زبان سے محروم ہوں.... کبھی کبھی مجھ پر دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی ہوا.... تم بہت اچھے ہو کہ خود تم نے بدلہ لینے کی کوشش نہیں کی۔ تم کون ہو.....؟ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ میں سن سکتی ہوں لکھ پڑھ سکتی ہوں.... آکسفورڈ سے بی۔اے کیا تھا۔''

''فرنچ بھی آتی ہے......!''

حمید نے بڑے خلوص سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے کارڈ پر نظر ڈالی پھر ہونقوں کی طرح ایک ٹک حمید کی طرف دیکھتی رہی۔ آنکھوں میں حیرت تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اپنی بصارت پر یقین نہ آ رہا ہو۔

پھر یک بیک چونکی اور لکھنا شروع کر دیا۔

''یقین نہیں آتا۔ تم تو بہت مشہور آدمی ہو.... بہت دلیر.... تمہاری زندہ دلی کے بھی بہت قصے سن رکھے ہیں۔ کیا یہ ایک خوشگوار اتفاق نہیں ہے! لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟''

''تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ مجھے ایک سفید مرسیڈیز گاڑی اور ایک بے حد چالاک لڑکی کی تلاش ہے۔''

''میرے خاندان میں پانچ مرسیڈیز گاڑیاں ہیں.... اور پانچوں سفید ہیں۔'' اس نے لکھا۔

''اوہو......!'' حمید جلدی سے بولا۔ ''بھلا سیونتھ ہیون کے مکینوں پر کون شبہ کر سکتا ہے.... تیموری خاندان ملک کے معزز ترین خاندانوں میں سے ہے۔ میں نے اس لیے تمہارا

تعاقب کیا تھا کہ موقع ملتے ہی جان پہچان پیدا کرنے کی کوشش کروں۔''

''لیکن کیوں؟'' اس نے لکھا۔

''وہ لڑکی انہی اطراف میں کہیں رہتی ہے.... اور اس کے پاس نئے ماڈل کی سفید مرسیڈیز ہے۔ دراصل گاڑی کا نمبر معلوم نہ ہونے کی بناء پر یہ دشواری پیش آ رہی ہے!''

''کس سلسلے میں مطلوب ہے وہ لڑکی۔'' اس نے لکھا۔

''مجھے افسوس ہے کہ یہ نہ بتا سکوں گا.... سرکاری راز ہے!''

''لڑکی کا حلیہ بتاؤ......!''

''سیاہ گھنگھریالے بال.... متناسب جسم..... رنگ سرخ وسفید آنکھیں غالباً براؤن ہیں۔''

''کوئی اور خاص پہچان.....!'' اس نے لکھا۔

''اس سے زیادہ اور کچھ نہ بتا سکوں گا....!''

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے لکھنا شروع کیا۔

''ٹیلیگراف آفس کی پشت پر ایک کلب ڈانسر نومی رہتی ہے۔ کل میں نے اسے ایک سفید مرسیڈیز میں دیکھا تھا۔ اس کے پاس گاڑی نہیں ہے لیکن روز ہی ایک نئی گاڑی میں نظر آتی ہے..... ہوسکتا ہے یہ گاڑیاں اس کے ملنے والوں کی ہوتی ہوں۔ وہ ایک اچھی رقاصہ اور میک اپ کی ماہر ہے اور میرا خیال ہے کہ چالاک بھی ہے......!''

''چالاک نہ ہوتی تو روزانہ ایک نئی گاڑی میں کیسے دکھائی دیتی!''

''بہت بہت شکریہ! لیکن کل وہ کس وقت سفید مرسیڈیز میں دکھائی دی تھی۔''

''شاید ایک یا ڈیڑھ بجے کی بات ہے......! یاد اس لیے رہ گئی کہ سفید گاڑی اور سفید ملبوسات میں کوئی دیوی لگ رہی تھی....!''

حمید اچھل پڑا..... اُسے جُل دے کر نکل جانے والی بھی سفید ہی لباس میں تھی!

لڑکی لکھتی رہی۔ کبھی کبھی وہ محض اپنی چال ڈھال سے پہچانی جا سکتی ہے کیونکہ میک اَپ کے ذریعہ خدوخال میں تبدیلی کر لینے پر بھی قادر ہے۔

''کل وہ میک اپ میں تھی!'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں کل تو وہ نومی ہی لگ رہی تھی.....!''

''کس مخصوص کلب کی ڈانسر ہے!''

''آج کل برتھابورن میں رقص کرتی ہے!'' لڑکی نے لکھا۔

''واقعی میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔تم نے خاصی معلومات فراہم کر دیں۔''

''تم دل پھینک قسم کے آدمی ہو۔ کہیں خود ہی اس کے جال میں نہ پھنس جانا!'' لڑکی نے لکھا اور حمید ہنس کر بولا۔ ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ عرصہ ہوا دل کو سیف ڈپازٹ لاکر میں رکھوا چکا ہوں۔''

''سمندر کی سیر کا ارادہ ہوتو میری موٹر بوٹ موجود ہے!'' لڑکی نے کہا۔

''کیا مضائقہ ہے! چلو......!'' حمید بے چون و چرا تیار ہو گیا۔

''لیکن تم مسلسل بولتے رہو گے۔ میرے ہاتھ تو اسٹیرنگ پر ہوں گے۔ میں لکھ نہیں سکوں گی۔''

وہ حمید کی زندگی کی سب سے عجیب شام تھی۔ اس لڑکی کی خاموشی تھی یا ہزار زبانیں بیک وقت نغمہ ریز تھیں کیسی گھلاوٹ تھی اس کی آنکھوں کی اداسی میں۔

حمید کہہ رہا تھا۔''اس وقت میں سب کچھ بھول گیا ہوں....زندگی ایک بیکراں سمندر معلوم ہو رہا ہے۔لہریں.....لہریں.....لہریں۔ایک ہی بات بار بار دہراتی ہوئی لہرائیں۔''

لڑکی نے اپنے سر کو جنبش دی۔ جیسے پوچھ رہی ہو۔''کون سی بات؟''

موٹر بوٹ لہروں کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ بیچ ہوٹل والے ساحل سے جا لگی۔

''تم نے بہت اچھا کیا کہ ادھر لے آئیں۔'' حمید بولا۔

''کیوں؟'' اس لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے سوال کیا۔

''کچھ دیر سکون سے بیٹھیں گے! تم بڑی اچھی دوست ثابت ہو سکتی ہو!''

وہ موٹر بوٹ سے اتر کر بیچ ہوٹل کے لان پر آ بیٹھے.....سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔

''کیا پیو گی!'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''زبان نہ ہونے کی بناء پر ذائقے سے محروم ہوں کچھ بھی پلا دو!'' لڑکی نے لکھا۔

''شیری......!''

''ہرگز نہیں! میں شراب نہیں پیتی..... کافی منگوا لو..... میرا خیال ہے کہ تم بھی شراب نہیں پیتے..... تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں!''

''تمہارا خیال درست ہے۔''

''غالباً تمہارے چیف کرنل فریدی بھی نہیں پیتے!''

''یہ بھی درست ہے۔''

''لیکن سیونتھ ہیون میں شراب کی نہریں بہتی ہیں!'' لڑکی نے لکھا۔ ''میرا باپ شرابی ہے..... میری ماں شرابی ہے..... بہرحال میرے علاوہ سب ہی پیتے ہیں۔ نابالغ افراد بھی صرف بیئر سے شوق کرتے ہیں۔ اگر کوئی ٹھنڈا پانی پیتا ہوا نظر آئے تو سمجھ لو کہ اسے ڈاکٹر نے بتایا ہوگا۔''

''کتنے افراد کا کنبہ ہے؟''

''سب مل کر تیس عدد..... دادا جان کہیں اور رہتے ہیں.....! مجھے حیرت ہے کہ تم نہیں جانتے..... کرنل فریدی تو میرے ایک چچا کے گہرے دوستوں میں سے ہیں! کئی بار سیونتھ ہیون میں آ چکے ہیں!''

''مجھے علم نہیں!'' حمید بولا۔

''تفصیل کرنل سے معلوم کر لینا.... کہاں تک لکھوں... ہاتھ دکھ گیا۔ اب تم ہی بولتے رہو....!''

کافی آئی اور وہ کچھ دیر تک خاموشی سے شغل کرتے رہے۔

پھر حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں ابھی آیا۔ ذرا ایک ضروری کال کرنی ہے۔''

لڑکی نے سر کی جنبش سے گویا اسے اجازت دی تھی۔

وہ ہوٹل کی عمارت میں آیا اور فون بوتھ میں داخل ہو کر گھر کے نمبر ڈائیل کیے۔

اتفاقاً فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔

''ٹیلیگراف آفس کی پشت پر ایک رقاصہ نومی رہتی ہے!'' حمید ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''اس کی نگرانی کرائیے.....!''

''تم کہاں ہو!''

''جہاں بھی ہوں زیادہ خوش نہیں ہوں، نومی کی نگرانی کرائیے۔''

''برتھا بورن کلب میں رقص کرتی ہے!''

''کس بات کا شبہ ہے اس پر!'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''شاید کل وہی تھی۔ میری معلومات کے مطابق میک اپ بھی کر سکتی ہے!''

''تم اس وقت کہاں ہو؟''

''بیچ ہوٹل میں!''

''اور کون ہے تمہارے ساتھ!''

''کوئی بھی نہیں......!''

دوسری طرف سے یہ پوچھے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا گیا کہ وہ بوتھ نمبر تیرہ کی نگرانی کرتے کرتے بیچ ہوٹل کیسے جا پہنچا۔

حمید کو لڑکی سے معلوم ہو چکا تھا کہ فریدی کے اس خاندان سے تعلقات ہیں اس لیے اس لڑکی کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بے زبان ہونے کے باوجود بھی وہ دلکش اور دلچسپ تھی اور وہ اس کے ساتھ مزید کچھ شامیں گزارنا چاہتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر موٹر بوٹ میں آ بیٹھے.... اس بار حمید اسٹیئر کر رہا تھا اور لڑکی سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے اونگھ رہی تھی۔

حمید اسے کنکھیوں سے دیکھے جا رہا تھا..... بڑی عجیب بات تھی.....لڑکی کے چہرے پر ویسی ویرانی یا وحشت نہیں پائی جاتی تھی جیسی عموماً گونگے افراد کے چہروں پر ملتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ اس کی قوت سامعہ بہرحال برقرار تھی....! وہ اپنے گرد و پیش کا مکمل ادراک رکھتی تھی۔ تعلیم یافتہ بھی تھی۔

شہر پہنچتے پہنچتے رات کے آٹھ بج گئے.... آرلکچنو میں انہوں نے کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک بال روم میں وقفے وقفے سے رقص میں حصہ لیتے رہے۔ لڑکی بہت سلیقے سے رقص بھی کر سکتی تھی۔

سوا گیارہ بجے واپسی کی ٹھہری۔ لڑکی نے کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا!

''آج کی شام بہت دنوں تک یاد رہے گی... اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ پھر کبھی ہماری ملاقات ہو سکے....!''

''کیوں......؟ بھلا ملاقات میں کیا دشواری ہوسکتی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''صبح تک میں تمہیں بھول چکی ہوں گی.....!'' لڑکی نے لکھا۔ ''میرے لیے یہی بہتر ہے! ساری دنیا کے مرد عورتوں کی زبان کا رونا روتے نظر آتے ہیں لیکن کوئی مجھ بے زبان سے شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔''

''ارے.....وہ تو!'' حمید کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''وہ مرد دراصل یہ چاہتے ہیں کہ عورت صرف ان کی ہاں میں ہاں ملاتی رہے۔ ان سے اختلاف نہ کرے۔''

''کچھ بھی ہو.....!'' لڑکی نے لکھا۔ ''زیادہ ملنے سے تعلقات بڑھتے ہیں پھر جدائی برداشت نہیں ہوسکتی۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ یک بیک وہ اس کے لیے بے حد مغموم ہو گیا تھا۔

بارہ بجے کے قریب گھر پہنچا۔ فریدی موجود نہیں تھا لیکن ایک ملازم سے معلوم ہوا کہ کچھ دیر قبل فریدی کی کال آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ جیسے ہی حمید گھر پہنچے اسے دفتر بھیج دیا جائے۔

''دفتر.....اتوار کو بارہ بجے رات!'' حمید اچھل پڑا۔

اچھلتا یا سر کے بل کھڑا ہوتا.....دفتر تو جانا ہی پڑا تھا۔

وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ فریدی فنگر پرنٹ سیکشن میں ہے۔

اور پھر جب فریدی نے ایک مخصوص قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا تو اسے اپنی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی۔ یہ طنزیہ سی مسکراہٹ حمید کے احمقانہ اقدامات کے لیے مخصوص تھی۔

''نومی حراست میں لے لی گئی ہے! لیکن اسکی انگلیوں کے نشانات ان سے نہیں ملتے جو جھیل کے کنارے والی ایک چٹان پر ملے تھے......!'' اس نے خلافِ توقع نرم لہجے میں کہا۔

''سوال تو یہ ہے کہ آپ نے اسے......!'' حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ یہاں دوسرے کے سامنے کسی بحث میں نہیں الجھنا چاہتا تھا۔

''چلو......!'' فریدی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

اور پھر وہ اپنے آفس میں آئے تھے۔

''میں نے صرف نگرانی کے لیے کہا تھا!'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''آخر کس بناء پر!'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ میک اپ میں خاصی دسترس رکھتی ہے اور پچھلے دن ایک ڈیڑھ بجے کے قریب سفید مرسیڈیز میں دیکھی گئی تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی اور سفید لباس میں بھی تھی......!''

''معلومات کس طرح حاصل کی تھیں......!''

''تحریری رپورٹ پیش کر دوں گا!'' حمید بھنا کر بولا۔ وہ فریدی سے اس لڑکی کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''خیر.....خیر.....لیکن نومی کے پاس گاڑی نہیں ہے۔''

''اس کے باوجود ہر روز ایک نئی گاڑی میں دیکھی جاتی ہے..... ہفتے کو اس کے پاس نئے موڈل کی سفید مرسیڈیز تھی۔''

''اب تم نے کام کی بات کی ہے؟ لیکن اس کی آواز بھی فون والی آواز سے مماثلت نہیں رکھتی۔''

''میک اپ کر سکتی ہے تو آواز بھی بدل سکتی ہوگی۔''

''نہیں....! وہ آواز بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی....اتنا اندازہ بھی نہ کر سکوں تو پچھلے تجربات خاک کا ڈھیر ہی ثابت ہوئے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ پھر آپ نے کس بناء پر حراست میں لیا ہے۔''

''بیٹھ جاؤ! تم نے پھر ایک بڑا تیر مارا ہے......!''

حمید طویل سانس لے کر آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

''نومی کو خود میں نے چیک کیا تھا......! وہ اپنے بنگلے سے نکلی تھی! اس وقت نیلے رنگ کی گاڑی میں تھی.....وہ گاڑی اس نے ایروز سینما کے سامنے والے پارکنگ پلاٹ میں پارک کی تھی اور ڈنشا بلڈنگ میں چلی گئی۔ دس منٹ بعد وہاں سے برآمد ہوئی تو نیلی گاڑی کے بجائے سفید گاڑی ٹویوٹا پر جا بیٹھی.....ٹویوٹا چلی تو اس کا رخ تارجام کی طرف تھا.....اب میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس گاڑی میں ضرور کچھ نہ کچھ ہے، لہٰذا وقت کیوں ضائع کیا جائے۔ گاڑی کو اوور ٹیک کر کے میں نے اسے رکنے پر مجبور کیا....اور پھر جانتے ہو کیا ہوا...؟''

''آپ سے بھلا کیا ہو سکا ہو گا!''

''اس گاڑی کے ڈکے میں منشیات کے بڑے بڑے پیکٹ موجود تھے۔''

''نہیں......!'' حمید بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''لہٰذا اب بتاؤ اصل بات کیا ہے؟'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''کیسی بات!''

''ہوں!'' فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''اُسے یہاں لاؤ....!''

اگر یہ ہدایت رقاصہ نومی کے لیے تھی تو حمید کا دم نکل کر رہ گیا کہ اس نے تو آج تک اس کی شکل ہی نہیں دیکھی تھی۔

تین چار منٹ بعد فریدی کا ایک ماتحت اس عورت سمیت آفس میں داخل ہوا۔ خوش شکل اور متناسب جسم والی تھی۔

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اس نے چپ چاپ تعمیل کی لیکن اس کا سر جھکا ہوا تھا کسی سے آنکھ نہیں ملا رہی تھی۔

''ہفتے کو تمہارے پاس نئے موڈل کی سفید مرسڈیز تھی۔'' دفعتاً فریدی نے سوال کیا۔

''جی نہیں!'' کپکپاتی ہوئی آواز میں جواب ملا۔ ''یہی ٹویوٹا تھی......!''

''صرف یہی دو گاڑیاں تمہارے استعمال میں رہی ہیں!''

''جی ہاں!''

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا، جو اپنی بائیں کنپٹی سہلا رہا تھا۔ جھیل کے کنارے بیوقوف بنانے والی نومی ہرگز نہیں ہوسکتی تھی.....اس کے بال سیاہ اور گھونگریالے تھے.....لیکن قد بھی اس لڑکی کے برابر نہیں تھا۔

تو پھر....وہ بے زبان لڑکی....؟ وہ بدستور کنپٹی سہلا سہلا کر اس کے بارے میں سوچتا رہا.....اب وہ فریدی اور نومی کی گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''ان دونوں گاڑیوں کا مالک کون ہے؟''

''میں صرف نیلی گاڑی کے مالک کو جانتی ہوں لیکن وہ مر چکا ہے....!''

''کون؟''

''کیفے دارا کا منیجر سرفراز.....اُسی نے مجھے اس کام پر لگایا تھا...اب کوئی بات چھپانے سے کیا فائدہ......؟''

سرفراز کے نام پر حمید پھر چونکا اور ان کی طرف متوجہ ہو گیا نومی کہہ رہی تھی۔''یاسمین فریدوں میری دوست تھی۔ اسی نے سرفراز سے ملوایا تھا۔ دونوں ہی ختم ہو گئے۔ ان کی اموات نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا.....اچھا ہوا کہ میں پولیس ہی کے ہاتھ لگی ورنہ کون جانے کہ میرا کیا حشر ہوتا......!''

''منشیات تم تک کیسے پہنچتی تھیں!''فریدی نے سوال کیا۔

''منشیات ڈنشا بلڈنگ کے قریب پہنچتی تھیں۔ میں گاڑی پارک کر کے ڈنشا بلڈنگ کے ایک گوشے میں جاتی ہوں..... جہاں مجھے منشیات والی گاڑی کی کنجی رکھی ہوئی ملتی ہے! میں اپنے استعمال والی گاڑی کی کنجی وہاں رکھ کر منشیات والی گاڑی کی کنجی اٹھالیتی ہوں اور اپنی گاڑی وہیں چھوڑ کر منشیات والی گاڑی لے نکلتی ہوں! تارجام والی سڑک پر ایک ٹرک ملتا ہے اور میری گاڑی کی ڈگی خالی ہو جاتی ہے۔ میں اس گاڑی کو اپنے بنگلے میں لیے چلی آتی ہوں....کلب میں چونکہ میری ڈیوٹی گیارہ بجے شب سے تین بجے صبح تک ہوتی ہے۔ اس لیے مجھے اس کام کا وقت مل جاتا ہے....معاوضہ ڈیڑھ ہزار روپے ماہانہ اور گاڑی مفت۔''وہ تلخ سے ہنسی کے بعد خاموش ہوگئی۔

فریدی نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا کہ اسے لے جائے......! حمید خاموش بیٹھا رہا۔

نومی کے چلے جانے کے بعد فریدی نے پھر فون کا ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔''ڈیوڈ کو لاؤ....!''ریسیور رکھ کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

''تو کیا آپ نے اس ٹرک کو نظر انداز کر دیا جس پر نومی کی گاڑی سے منشیات منتقل ہوتی تھی!''حمید نے سوال کیا۔

''نہیں.....وہ بھی پکڑا گیا......اور وہ جس تک پہنچاتا تھا وہ آدمی بھی اس وقت حراست میں ہے۔''

''کیا وہی آخری آدمی ہے؟''

''دیکھو کیا ہوتا ہے.....اس سے ابھی تک میں نے پوچھ گچھ نہیں کی۔''

''تو یہ ڈیوڈ غالباً وہی آدمی ہے جسے آپ نے طلب کیا ہے۔''

فریدی نے سرکو اثباتی جنبش دی اور پُرتفکر انداز میں سگار کا گوشہ توڑنے لگا۔

کچھ دیر بعد مطلوبہ آدمی وہاں لایا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔

یہ ادھیڑ عمر کا ایک قد آور آدمی تھا۔ سر کے بال غائب تھے اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ لباس سے ذی حیثیت معلوم ہوتا تھا۔

''یہ ظلم ہے کرنل صاحب!'' وہ آفس میں داخل ہوتے ہی بول پڑا تھا۔ ''پتہ نہیں کس نے مجھے پھنسوانے کی کوشش کی ہے۔''

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے خشک لہجے میں کہا۔ ''سچی بات! ورنہ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو.....!''

''میں کچھ نہیں جانتا......!'' وہ بیٹھتا ہوا بولا۔

''کیا نہیں جانتے.....!''

''اسی کے بارے میں کہ مجھے کیوں پکڑا گیا ہے۔''

''پھر تم نے یہی کیوں کہا تھا کہ کسی نے تمہیں پھنسوانے کی کوشش کی ہے!''

''ظاہر ہے کہ آپ کسی شکایت کے بغیر تو اس قسم کے اقدامات نہیں کر سکتے!''

''کیا تمہیں اس سے انکار ہے کہ ٹرک نمبر R-318 تمہاری ملکیت نہیں ہے!''

''کیا اس سے کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے؟'' اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

''میرے سوال کا جواب دو!''

''جج.....جی ہاں.....وہ میرا ہی ٹرک ہے! لیکن ہوا کیا ہے؟''

''اسے اس وقت کہاں ہونا چاہیے تھا؟''

''گگ.....گیراج میں جناب.....وہ کئی دن سے روڈ پر نکالا ہی نہیں مرمت میں ہے۔''

''تب پھر تم نے کیوں پوچھا تھا کہ کیا اس سے کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔''

وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''جب کسی ذی عزت آدمی کے ہاتھوں میں اچانک ہتھکڑیاں پڑ جاتی ہیں تو وہ اسی طرح نروس ہو جاتا ہے.....!''

فریدی نے فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''ٹرک ڈرائیور کو لاؤ!''

حمید نے محسوس کیا کہ دفعتاً ڈیوڈ کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔

اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہو گیا۔

ڈرائیور لایا گیا۔ گھنی اور بے مرمت داڑھی مونچھوں میں اس کا چہرہ بڑا خونخوار لگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔

''مم..... میں نہیں ..... جانتا یہ کون ہے!'' ڈیوڈ ہکلایا۔ ''میں سمجھا شاید آپ نے میرے ٹرک ڈرائیور کو بلوایا ہے۔''

''مجھے حیرت ہے ڈیوڈ کہ تم اپنے بھائی ولیم تلارام کو نہیں پہچانتے کیسے ڈیوڈ تلارام ہو!''

''میں نے کچھ نہیں بتایا!'' ڈرائیور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

فریدی نے اپنے ماتحت سے کہا۔ ''اسکی مصنوعی داڑھی اور مونچھیں چہرے سے الگ کردو...!''

فوراً تعمیل کی گئی اور ذرا سی دیر میں ولیم تلارام کا شائستہ سا چہرہ ظاہر ہوگیا۔ اب وہ صورت سے خاصا سیدھا سادہ آدمی لگ رہا تھا۔ ڈیوڈ آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ اس کا سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول پچک رہا تھا۔

''تم دونوں سے صبح نپٹوں گا۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور ماتحتوں کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں لے جائیں۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ ''اب تمہاری باری ہے فرزند......!''

فون نمبر

''میں نہیں سمجھا!'' حمید کا لہجہ جارحانہ تھا۔

''تمہاری ان معلومات کا ذریعہ اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔''

''میں آپ کے اس خیال کی تردید کرتا ہوں......!''

فریدی براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ حمید ڈھٹائی سے جما رہا۔ نظر

چرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''تمہارے چہرے پر سچائی نہیں ہے۔''

''سچائی اتنی سستی نہیں ہے کہ چہروں پر ماری ماری پھرے۔''

''مجھ سے کچھ چھپا کر پچھتاؤ گے۔ شاید وہ آج پھر تمہیں جل دے گئی!''

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ بھی اس بے زبان لڑکی کے مسئلے پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔

فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ ''ہوسکتا ہے! منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے دو گروہ آپس میں ٹکرا گئے ہوں اور بات اس حد تک بڑھی ہو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کو پولیس کی نظر میں لانے کی کوشش کرنے لگا ہو۔''

''ہوں! تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس لڑکی کا تعلق اُسی گروہ سے ہوسکتا ہے جو اس سلسلے میں پولیس کی رہنمائی کر رہی ہے۔''

''فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتا۔''

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ ایک بے زبان لڑکی تھی!''

''خوب......!'' فریدی مسکرایا۔

''یقین کیجئے!'' حمید نے کہا اور کھسیائے ہوئے انداز میں اپنی کہانی دہرانے لگا۔ اس کے خاموش ہونے پر فریدی پُرتشویش لہجے میں بولا۔ ''اُس گھرانے میں کوئی ایسی لڑکی نہیں ہے۔ شہباز تیموری کی گیارہ عدد جوان پوتیاں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی بے زبان نہیں ہے بلکہ سب ہی بے حد زبان دراز ہیں۔''

''لیکن وہ اسی عمارت سے برآمد ہوئی تھی!''

''میرے گھر سے اگر کوئی برآمد ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ وہیں کا کوئی فرد ہے۔''

''جہنم میں جائے!'' حمید بھنا کر بولا۔ ''مجھے نیند آ رہی ہے!''

''دفع ہو جاؤ......! تم سے بھی صبح نپٹوں گا!''

''کیا آپ استراحت نہیں فرمائیں گے......؟''

''آپ ہی فرمائیں۔'' فریدی نے کہا اور اٹھ کر آفس سے نکل گیا۔

حمید نے شانوں کو جنبش دی اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمبا کو بھرنے لگا۔ نومی

والے انکشاف نے اس کی نیند غائب کر دی تھی.....تو کیا وہ بے زبان لڑکی سچ مچ اسے اُلو بنا گئی تھی۔ بے زبانی کا ڈھونگ اسی لیے رچایا تھا کہ اپنی آواز نہیں سنانا چاہتی تھی.....لیکن..... زبان تھی ہی کہاں اس کے منہ میں۔

''اونہہ......! دیکھا جائے گا!'' وہ پائپ سلگائے بغیر اٹھتا ہوا بڑبڑایا۔

واپسی پر اسکے ذہن میں سیونتھ ہیون کی گیارہ عدد جوان لڑکیاں بسی ہوئی تھیں۔اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ خود ہی اس راز سے پردہ ہٹائے گا۔ وہ کون تھی اور اس عمارت سے اسکا کیا تعلق تھا۔

دوسری صبح جلد ہی بیدار ہونا پڑا کیونکہ یہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔فریدی سے ناشتے کی میز پر ملاقات نہ ہوسکی.....ملازموں سے معلوم ہوا کہ وہ واپس ہی نہیں آیا تھا۔

آج کے کئی اخبار میز پر پڑے تھے۔ان میں پچھلی رات والی گرفتاریوں سے متعلق کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پریس رپورٹروں کے کان میں ان کی بھنک بھی نہ پڑنے پائی ہو۔

ناشتے سے فارغ ہوکر دفتر پہنچا.....فریدی آپریشن روم میں تھا۔ سیدھا وہیں چل گیا۔ فریدی اسی پراسرار لڑکی کی آواز کا ٹیپ سن رہا تھا جو حمید سے فون پر بات کرتی رہی تھی۔

حمید کو اس نے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ اتنے میں ان کے آفس کے ایک آدمی نے وہاں پہنچ کر اطلاع دی کہ فون پر حمید کی کال ہے۔

فریدی نے پھر اُسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا لیکن خاموش رہا۔

حمید نے لاپروائی ظاہر کرنے کے لیے شانوں کو جنبش دی اور آفس کی طرف چل پڑا تھا۔لیکن کال ریسیو کرتے ہی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ پھر وہی لڑکی تھی۔ ''ہیلو'' کہنے پر دوسری طرف سے کھنکتی سی ہنسی سنائی دی تھی۔

''کل پھر تمہیں چوٹ ہوگئی.... پیارے حمید صاحب!'' اس نے ہنسی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں! تمہارا بہت بہت شکریہ! مزید تین شکار ہاتھ لگے ہیں!''

''تم جیسے زیرک آدمی کو بے زبانی کا یقین دلا دینا کیا ایک بڑا کارنامہ نہیں ہے!''

''بیسویں صدی کی اس چوتھائی میں سب کچھ ممکن ہے!'' حمید خشک لہجے میں بولا۔

''میرا اس گھرانے سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کا ذکر میں نے کل کیا تھا۔''

''لیکن تم برآمد تو وہیں سے ہوئی تھیں....!''

''محض اتفاق تھا.....وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا۔''

''پھر وہاں کیا کر رہی تھیں؟''

''کچھ معلومات فراہم کرنے گئی تھی.....!''

''اس وقت بور کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی!''

''اتنی بے دردی سے بے مروتی کا مظاہرہ مت کرو.....پچھلی رات تو تم مجھ پر قربان ہوئے جا رہے تھے.....!''

''محض اس لیے کہ تم پچھلی رات بے زبان تھیں....ذرا بتانا تو اس کی مشق کیونکر بہم پہنچائی ہے!''

''بچپن ہی سے پریکٹس کرتی آئی ہوں! زبان کو اس طرح سمیٹتی ہوں کہ وہ نچلے جبڑے ہی کا ایک حصہ معلوم ہونے لگتی ہے۔''

''اب کہاں اور کس شکل میں ملو گی۔''

''خدا جانے.....یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی!''

''سوال تو یہ ہے کہ تم نے اپنی زندگی ان خطرات میں کیوں ڈالی ہے!''

''اس لیے کہ میں اس درندگی کا خاتمہ چاہتی ہوں.....کیپٹن حمید کیا تم تصور کر سکتے ہو اس بیوہ ماں کی پریشانیوں کا جس کا گیارہ سال کا بچہ ان موذیوں کا شکار ہو کر اس کی زندگی میں تاریکیوں کا اضافہ کر رہا ہے..... میں تمہیں دعوت دیتی ہوں آ جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو.....بھیم پورہ کی ترکاری گلی میں کھولی نمبر اٹھارہ پر آ جاؤ!''

''اوہو.....مگر تمہیں اس کی پریشانیوں سے کیا سروکار تم اس مٹی سے تو نہیں بنیں۔ نئے موڈل کی مرسیڈیز کار بھیم پورے کی ترکاری گلی میں کیوں جانے لگی۔''

''میں اپنے طبقے سے اس قدر متنفر ہوں کہ اس کا نام ونشان تک مٹا دینا چاہتی ہوں۔''

''فلمی قسم کی نیکیوں کے ہوائی قلعے بنانے کی عادی معلوم ہوتی ہو!''

''کیپٹن حمید!'' غصیلے لہجے میں کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

حمید نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور مڑا ہی تھا کہ فریدی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا!

''ہوں! تو اس نے تمہیں یقین دلا دیا کہ کل وہ بے زبان لڑکی وہ خود ہی تھی!'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

''خواہ مخواہ میرے سر ہو رہی ہے!'' حمید بے زاری سے بولا۔

''اب کیا کہہ رہی تھی......؟''

''وہی کہ منشیات کی تجارت کا خاتمہ چاہتی ہے.....! اور یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس کا تیموری خاندان سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض معلومات حاصل کرنے وہاں گئی تھی۔''

''اور کچھ......!''

''بھیم پورہ کی ترکاری گلی میں کھولی نمبر اٹھارہ پر آنے کی دعوت دی ہے!''

''کیوں......؟''

''منشیات کی اس ریل پیل کی تباہ کاری دکھانا چاہتی ہے! کسی بیوہ کے گیارہ سالہ لڑکے کا ذکر کیا تھا۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے! ننھے ننھے مزدور بچوں کی دن بھر کی کمائی ان کے جیبوں سے کھینچ لی جاتی ہے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

''میں جانتا ہوں!''

''لیکن جب تک آخری آدمی نہ پکڑا جائے یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا......! نومی..... ڈیوڈ.... ولیم.... یہ سب درمیانی لوگ ہیں.... بزنس ہیڈ کی نشاندہی نہیں کر سکتے، جو لوگ کر سکتے تھے وہ مار ڈالے گئے۔''

حمید کچھ نہ بولا! وہ سوچ رہا تھا شاید بھیم پورہ میں پھر اس سے ملاقات ہو جائے لیکن فریدی اسے کہیں اور لے جانا چاہتا تھا۔

''چلو.....وقت کم ہے....شاید ہم کچھ مزید معلومات حاصل کر سکیں۔''

''ڈیوڈ وغیرہ کا کیا رہا......!''

''اطمینان سے بتاؤں گا....تم اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو!''

کچھ دیر بعد لنکن تارجام کی طرف اڑی جا رہی تھی.... فریدی کسی گہری سوچ میں تھا۔ دفعتاً بولا۔ ''ڈیوڈ بھی اس سامان کو آگے بڑھا دیتا ہے.... اس کے بعد کا اسے علم نہیں کہ وہ کہاں لے جایا جاتا ہے۔''

''کیا وہ بھی کسی کے حوالے کرتا ہے؟''

''نہیں! ایک مخصوص جگہ پر رکھ دیتا ہے اور دوسری رات وہاں کچھ نہیں ہوتا!''

''ان تینوں کی گرفتاری کی خبر اخبارات میں نہیں آئی.... لیکن اس لڑکی کو علم ہے!''

''ہوں! تو اس نے تمہیں مبارک باد دی ہوگی!''

''کچھ اسی قسم کی بات تھی۔''

''پچھلی رات ساڑھے گیارہ بجے تک وہ تمہارے ساتھ ہی تھی اور اسی دوران میں وہ تینوں گرفتار کر لیے گئے تھے!''

''شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لڑکی تنہا نہیں ہے!''

''یقیناً! ورنہ اسے کیونکر علم ہوتا!''

''آپ بدستور اس نظریئے پر قائم ہیں کہ وہ کسی دوسرے گروہ سے تعلق رکھتی ہے!''

''جب تک اس نظریئے کی نفی نہ ہو جائے قائم رہنا ہی پڑے گا!''

''آپ بار بار لڑکی کی آواز کا ٹیپ سن رہے ہیں!''

''ہوں! لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ان گیارہ لڑکیوں میں سے نہیں ہے؟''

''ہوسکتا ہے بارہویں کہیں اور پیدا ہوئی ہو!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید صرف اسی لڑکی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا..... اسے بھیم پورے جانا چاہئے تھا۔

دفعتاً اس نے کہا۔ ''لڑکی اس عمارت سے لاتعلق ہی سہی لیکن اس کے مکینوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے! شہباز تیموری کے کسی لڑکے سے آپ کے بہت اچھے تعلقات ہیں!''

''ہوں.... محمود تیموری..... ہم دونوں آکسفورڈ میں ایک ساتھ تھے!''

''وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ شہباز تیموری اس عمارت میں نہیں رہتا!''

''یہ بھی درست ہے اور اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ حقیقتاً وہ کہاں رہتا ہے!''

''کمال ہے......!''

''اگر تم اسے دیکھ لو تو تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ ملک کے پانچ سب سے بڑے سرمایہ داروں میں سے وہ بھی ایک ہے!''

''سینگ ہیں اس کے سر پر!''

''نہیں معمولی مزدوروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے.....!''

''عوامی لیڈر بننے کی سوچ رہا ہوگا!''

''نہیں! اس نے اپنی کاروباری زندگی کی ابتداء ایک خوانچہ فروش کی حیثیت سے کی تھی۔ اس حقیقت کو وہ آج تک نہیں بھولا۔ اس کی اولادیں سیونتھ ہیون میں رہتی ہیں، جو سچ مچ جنت کا نمونہ ہے لیکن وہ خود دو کمروں کے ایک کوارٹر میں رہتا ہے......!''

''ذاتی طور پر مکھی چوس معلوم ہوتا ہے!''

''سیونتھ ہیون کی تعمیر پر تین کروڑ روپے صرف ہوئے ہیں۔''

''میں عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں!''

''جب چاہو دیکھ سکتے ہو!''

''کیا آپ جانتے ہیں شہباز تیمور کہاں رہتا ہے!''

''اس کے بیٹوں کو نہیں معلوم لیکن میں جانتا ہوں!''

''اس کے درشن بھی کرا دیجئے......!''

''ضرور.....ضرور......!''

''لیکن اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں!''

''ڈیوڈ کی بیوی سے ملوں گا کیونکہ اس کو اس راہ پر اسی نے ڈالا تھا!''

تار جام پہنچ کر لنکن ذی حیثیت لوگوں کی ایک بستی میں داخل ہوئی اور پھر ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

گلوریا ڈیوڈ جوان العمر تھی اور خاصی قبول صورت بھی۔ اس نے بڑی خوش اخلاقی سے ان کا استقبال کیا۔

مگر جب فریدی نے اُسے ڈیوڈ کی گرفتاری کی اطلاع دی تو اس کا موڈ یک لخت بدل

گیا لیکن اسے سراسیمگی ہرگز نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ تو غضبناک ہوگئی تھی۔

''ڈیوڈ کے بے شمار دشمنوں میں سے کسی نے بالآخر اس کے خلاف پولیس سے ساز باز کر ہی لی۔'' پہلا جملہ اس کی زبان سے یہی نکلا تھا۔

''اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہے!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''پولیس تو بے گناہوں سے بھی اعترافِ جرم کرا لیتی ہے!''

''ہوسکتا ہے!'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''میں اپنے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی بھی گفتگو نہیں کروں گی!''

''آپ کی مرضی۔''

وہ اٹھ کر فون کی طرف بڑھی اور کسی کے نمبر ڈائیل کر کے کہا۔ ''میں گلوریا ڈیوڈ بول رہی ہوں! کسی غلط فہمی کی بناء پر ڈیوڈ حراست میں لے لیا گیا ہے۔ یہاں اس وقت محکمۂ سراغرسانی کے دو آفیسر موجود ہیں! براہ کرم آپ جلد پہنچئے!'' پھر وہ کچھ سنتی رہی اور ''او۔ کے'' کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

''آخر اسے کس بناء پر گرفتار کیا گیا ہے!'' اس نے کچھ دیر بعد فریدی سے پوچھا۔

''اب وکیل کو آ ہی جانے دیجئے......!'' فریدی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''آپ کی مرضی۔'' گلوریا نے لاپروائی سے کہا۔

شاید پندرہ منٹ بعد ایک دبلا پتلا اور دراز قد آدمی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا....فریدی اور حمید سے مصافحہ کر کے وہ گلوریا کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''میں کچھ بھی نہیں جانتی، انہی حضرات سے پوچھئے!'' وہ نووارد سے بولی۔

''میں مسٹر تلارام کا قانونی مشیر ہوں!'' نووارد نے اپنا وزیٹنگ کارڈ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ڈیوڈ پر الزام ہے کہ وہ منشیات کی غیر قانونی تجارت میں ملوث تھا۔''

''اوہ!'' وکیل نے پھر گلوریا کی طرف دیکھا۔

''میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں جانتی......!''

''لیکن ڈیوڈ نے آپ کے سلسلے میں بھی ایک اعتراف کیا ہے!'' فریدی بولا۔

''میرے بارے میں!'' وہ چونک پڑی اور پھر اسی وقت اپنی جگہ سے ایک فٹ اونچی اچھل کر فرش پر آ رہی.....اس کی بائیں کنپٹی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

حمید نے فریدی کو بائیں جانب والی کھڑکی کے باہر چھلانگ لگاتے دیکھا اور خود بھی اسی طرف دوڑ گیا۔

عمارت کے اس بازو میں دیوار سے آٹھ نو فٹ تک کیاریوں کی قطار تھی اور اس کے آگے دور تک مالتی کی بے ترتیب جھاڑیاں پھیلتی چلی گئی تھیں۔

حمید نے فریدی کو انہی جھاڑیوں میں گھستے دیکھا تھا.....وہ بھی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگانے والا تھا لیکن پھر اسے عقل آ گئی اور اس نے محسوس کیا کہ نووارد وکیل وہاں سے کھسکنے کی فکر میں ہے۔

حمید نے بغلی ہولسٹر نکالتے ہوئے کہا۔''ٹھہرو!''

وکیل بوکھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''کک.....کیا مطلب......!'' وہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوا ہکلایا۔

''میں نے آج تک کسی وکیل کو موقع واردات سے فرار ہوتے نہیں دیکھا۔''

''ڈ ڈ.....ڈاکٹر......!''

''وہ مر چکی ہے وکیل صاحب! ذرا غور سے دیکھئے......ڈاکٹر اب کیا کر سکے گا۔ براہ کرم بیٹھ جائیے۔''

''لیکن آپ کا رویہ جناب......!'' وہ ریوالور کی طرف دیکھتا ہوا ہکلایا۔

''بیٹھ جائیے!'' حمید کا لہجہ سخت تھا۔

وہ اسے گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔

''آپ نے گلوریا کی کال کی اطلاع کسے دی تھی!''

''مم.....میں نہیں سمجھا......!''

''کچھ دیر پہلے اس نے فون کر کے آپ کو طلب کیا تھا.....لہٰذا یہاں آنے سے قبل آپ نے کس کو مطلع کیا تھا....!''

وکیل کے چہرے پر زردی پھیل گئی لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھالا لے کر بولا۔''آپ مجھے

الزام نہیں دے سکتے.....میں وکیل ہوں۔''

''آپ کچھ بھی ہوں.....میرے چیف کی واپسی سے قبل یہاں سے جنبش بھی نہ کر سکیں گے۔''

وکیل بُرا سا منہ بنائے لاش کی طرف دیکھتا رہا۔

حمید نے ریوالور پھر ہولسٹر میں رکھ لیا۔

کچھ دیر بعد وکیل نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔''مجھے یہاں کب تک ٹھہرنا پڑے گا۔''

''جب تک مشیر نامہ نہ تیار ہو جائے۔''

''قتل میری موجودگی میں نہیں ہوا.....!'' وکیل ڈھٹائی سے بولا۔

''خوب!'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''اتفاقاً ادھر نکل آیا تھا اور آپ مجھے اس لاش سمیت یہاں ملے تھے۔''

''پرواہ مت کیجئے.....اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا.....!'' حمید نے کہا اور اٹھ کر فون پر پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

اس نے اسٹیشن انچارج کو اس وقوعے کی اطلاع دے کر فوراً وہاں پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔

''میں کہتا ہوں کہ آپ مجھے یہاں روک کر پچھتائیں گے۔'' وکیل اسے گھورتا ہوا بولا۔

''خاموشی سے بیٹھے رہو!'' حمید نے اسے جھڑک دیا۔

''اپنا لہجہ درست کیجئے۔''

''آپ کب سے وکالت کر رہے ہیں!'' حمید نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔

''میں اس مسئلے پر عدالت ہی میں گفتگو کروں گا.....!''

''میرا خیال ہے کہ آپ اس سے پہلے ہی گفتگو پر آمادہ ہو جائیں گے۔''

''تمہارا خیال درست ہے.....!'' فریدی کی آواز سنائی دی۔

وہ دروازے میں کھڑا وکیل کو گھورے جا رہا تھا۔

''میں نے اسٹیشن انچارج کو فون کر دیا ہے۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''تم نے اچھا کیا.....!''

''وکیل صاحب یہاں اس وقت موجود نہیں تھے جب کسی نے اس عورت پر سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا تھا.....!'' حمید نے دوسری اطلاع دی۔

''خوب......!''

''عورت نے انہیں طلب نہیں کیا تھا۔ یہ اتفاقاً ادھر نکل آئے تھے۔'' حمید نے مزید اضافہ کیا۔

''تیسری اہم ترین اطلاع فی الحال میں خود ہی محفوظ رکھوں گا۔'' فریدی وکیل کی طرف دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''آپ لوگ مجھے کسی معاملے میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں!'' وکیل بول پڑا۔

''اب تمہارے لیے حوالات ہی مناسب رہے گی ورنہ تم بھی اسی طرح مار ڈالے جاؤ گے!'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''کک.....کیا مطلب!''

''شاید تین سال پہلے کا کوئی واقعہ مجھے دہرانا پڑے گا.... مسٹر باری......!''

''مم.....میں نہیں سمجھا!'' وکیل پھر زرد پڑ گیا۔

''تم لاگریجویٹ نہیں ہو.....!'' تین سال قبل مشرقی صوبے میں تم پر اس سلسلے میں مقدمہ چلا تھا اور تم وہاں سے فرار ہو کر ادھر چلے آئے تھے۔

''نن.....نہیں......!''

''خود کو زیر حراست سمجھو مسٹر باری......!''

وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ اس کی پیشانی پر ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد تارجام کا اسٹیشن انچارج اپنے چند ماتحتوں سمیت وہاں پہنچ گیا۔ ضابطے کی کارروائی کے بعد فریدی نے وکیل سے کہا۔ ''آپ میرے ساتھ چلیں گے مسٹر باری......!''

وہ کچھ نہ بولا.... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

واپسی کا سفر خاموشی سے گزرا..... وکیل کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ڈالی گئی تھیں۔ وہ حمید کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے دمے کا مریض ہو۔

آفس پہنچ کر..... فریدی نے ڈیوڈ کو طلب کیا۔ وہ آیا اور جیسے ہی وکیل پر نظر پڑی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے اس سے کہا اور وہ وکیل کو گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔

''تمہارے لیے ایک بُری خبر ہے!''

''اس کے بعد!'' وہ اپنی ہتھکڑیوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''دنیا کی کوئی خبر میرے لیے اچھی نہیں ہوسکتی......!''

''تمہاری بیوی قتل کردی گئی!''

''نہیں......!'' وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔

''ہم تینوں کی موجودگی میں!'' فریدی، حمید اور وکیل کی طرف اشارہ کرکے بولا۔

فریدی نے اسے بتایا کہ کس طرح ان کے وہاں پہنچنے پر گلوریا نے وکیل کو طلب کیا تھا.....اور گفتگو کے دوران میں ایک بے آواز فائر کا نشانہ بن گئی تھی۔

''اب یہی شخص بتا سکے گا کہ اس کا قاتل کون ہے؟'' ڈیوڈ وکیل کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا مسٹر باری!'' فریدی نے وکیل کو مخاطب کیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

''وہ شاید نہ جانتی ہو.....لیکن یہ جانتا ہے کہ اس تجارت کی پشت پر کون ہے.....؟''

''گلوریا کو حقیقتاً اسی نے اس بزنس پر آمادہ کیا تھا۔''

''مم.....میں.....اس بزنس کا مالک نہیں!'' وکیل ہکلایا۔

''میں نے تم پر ایسا کوئی الزام عائد نہیں کیا!'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔

''میں زبردستی اس میں جھونکا گیا تھا.... میں بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ اس نے مجھے بلیک میل کرکے اس گندے بزنس میں شریک کیا تھا۔''

''ہوسکتا ہے!''

''اور گلوریا ڈیوڈ ہی اس بلیک میلنگ کے لیے میرے اور اس کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنی تھی..... یہ غلط ہے کہ میں نے اسے ورغلایا تھا۔''

''پوری کہانی مسٹر باری!'' فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''مشرقی صوبے سے فرار ہوکر یہاں آیا تھا اور تہیہ کرلیا تھا کہ اب کوئی اور پیشہ اختیار

کروں گا..... نام بھی بدل دیا تھا۔''

''تمہارا اصل نام عبداللہ سعادت علی ہے....!''

''جی ہاں......! اچانک ایک دن گلوریا نے مجھے راہ چلتے روکا اور اس بلیک میلر کا پیغام پہنچایا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر اس کے کہنے پر میں نے عمل نہ کیا تو میرا راز فاش کر دیا جائے گا۔ بہر حال اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں وکالت ہی کا پیشہ جاری رکھوں۔ پریکٹس کرنے کا اجازت نامہ بھی اسی نے فراہم کیا تھا۔''

''میں سمجھ گیا۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''اس وقت تم نے کسے اطلاع دی تھی کہ گلوریا اور ڈیوڈ خطرے میں ہیں۔''

''میں نام نہیں جانتا.....ایسے مواقع کیلئے مجھے ایک فون نمبر دیا گیا تھا۔''

''اس پر لکھ دو....!'' فریدی نے کاغذ اور قلم اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

فون نمبر شہر ہی کا ثابت ہوا اور یہ فون اپر کلاس ہاؤسنگ سوسائٹی کے ایک بنگلے کا تھا۔

بنگلہ کا سرچ وارنٹ حاصل کر کے وہ ہاؤسنگ سوسائٹی کی طرف روانہ ہو گئے۔

''کیا وہ شخص چھلاوا تھا جس نے گلوریا پر فائر کیا تھا....!'' حمید بڑبڑایا۔

''مجھے خود بھی حیرت ہے کہ اتنی جلدی کہاں غائب ہو گیا تھا۔''

''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اتنی بڑی عمارت میں گلوریا بالکل تنہا تھی۔ کوئی ملازم بھی اس کے پاس نہ تھا۔''

''اس ٹائپ کے مجرم بہت محتاط ہوتے ہیں۔''

مطلوبہ بنگلے کے قریب فریدی نے گاڑی روکی۔ عمارت مختصر سی لیکن خوبصورت تھی اور گیٹ مقفل تھا۔ گیٹ پر لگی ہوئی نیم پلیٹ پر ''مس فوزیہ شیخ'' تحریر تھا۔

''بہت خوب!'' فریدی بڑبڑایا۔

مناسب کارروائی کے ساتھ گیٹ کا قفل توڑا گیا.....دو گواہ بھی موجود تھے۔

پہلی بات تو یہ نظر آئی کہ اس بنگلے میں سرے سے فون ہی موجود نہیں تھا..... پول سے فون کی لائن بھی بنگلے تک نہیں آئی تھی۔

اور دوسری اہم بات یہ تھی کہ میک اپ کے سامان اور فرنیچر کے علاوہ وہاں اور کچھ بھی نہیں

تھا۔ حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے سیاہ، سنہری اور براؤن زنانہ وِگوں کو گھورے جا رہا تھا۔

عجیب آدمی

ملزم ایڈووکیٹ باری نے جو فون نمبر دیا تھا وہ ٹیلیفون ڈائریکٹری میں اسی پتے کے ساتھ موجود تھا لہٰذا اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باری نے غلط بیانی سے کام لیا ہو گا۔

پڑوس کے دونوں گواہوں نے بتایا کہ بنگلہ زیادہ تر مقفل رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایک معمر عورت وہاں آتی ہے کچھ دیر تک قیام کرتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

''بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے!'' فریدی بڑبڑایا۔

''ظاہر ہے؟ اتنا بدھو ہرگز نہ ہو گا کہ آسانی سے پکڑا جا سکے!'' حمید بولا۔

''یہ مس فوزیہ شیخ مختلف قسم کے وِگ بھی استعمال کرتی ہے.....!''

''کیا تم اس لڑکی کے امکانات پر غور کر رہے ہو!''

''یہ سیاہ وِگ تو بالکل ویسی ہے جیسے اس لڑکی کے بال تھے......!''

''اور بے زبان لڑکی سنہرے بالوں والی تھی!'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اب بھی بھیم پورے والی کھولی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔

وہاں سے واپسی پر ٹیلی فون ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن بے سود، اس فون نمبر کا میٹر صرف کالوں کے بارے میں بتا سکتا تھا اس جگہ کی نشان دہی نہیں کر سکتا تھا جہاں سے وہ فون استعمال کیا جا رہا تھا۔

''کہیں! وہ انسٹرومنٹ تارجام ہی کے کسی مکان میں نہ موجود ہو!'' حمید نے اپنی رائے ظاہر کی۔

''ہو سکتا ہے!'' فریدی آہستہ سے بولا۔

حمید محسوس کر رہا تھا کہ گلوریا کے قتل نے اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا ہے۔ ظاہر ہے

کہ وہ قتل اسی کے سامنے ہوا تھا اور وہ قاتل پر ہاتھ نہیں ڈال سکا تھا۔

اچانک وہ اٹھا اور آفس سے باہر نکل گیا۔ حمید نے طویل سانس لی۔ فریدی کے اس انداز سے بخوبی واقف تھا..... اب شاید تنہا ہی اس کیس کو نپٹانے کی کوشش کرے۔

حمید اب قطعی آزاد تھا لہٰذا اس نے بھیم پورے کی طرف دوڑ لگائی..... ترکاری گلی کی اٹھارویں کھولی تک پہنچنا کوئی دشوار کام نہیں تھا۔ لہٰذا اُسے اپنی گاڑی سڑک ہی پر چھوڑ دینی پڑی تھی..... بھیم پورے کی گلیاں اتنی تنگ تھیں کہ تین آدمی برابر سے نہیں چل سکتے تھے۔

اٹھارویں کھولی کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ کس بہانے کھولی کے مکین سے ملے اور اُن سے کس قسم کی گفتگو کرے۔

دفعتاً دروازے سے ٹاٹ کا پردہ ہٹا اور ایک میلی کچیلی جوان العمر عورت نکل کر اس کی طرف بڑھی۔

''آپ حمید صاحب ہیں......!'' اس نے پوچھا۔

''ہاں.....آں......!''

اس نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے ایک لفافہ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔

''یہاں سے فوراً چلے جایئے!''

حمید نے لفافہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر جیب میں رکھا اور تیز رفتاری سے گلی کے دوسرے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پھر چکر کاٹ کر اپنی گاڑی تک پہنچا تھا..... گاڑی میں بیٹھ کر لفافہ چاک کیا لیکن اس میں سے سادہ کاغذ کے علاوہ اور کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔

''کہیں اب اس کا دماغ تو نہیں چل گیا!'' وہ برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

دل تو چاہا تھا کہ پھر ترکاری گلی کی طرف پلٹ جائے..... لیکن عورت کا چہرہ یاد آ گیا جس میں خوفزدگی کا عنصر بھی شامل تھا۔

''جہنم میں جائے!'' اس نے سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کی اور منزل کا تعین کیے بغیر چل پڑا۔

اس بھاگ دوڑ میں دن کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوا تھا..... اور اب تو گویا بھوک مر سی گئی

تھی.....لیکن چائے کی طلب نے جلد ہی اسے کسی اچھے ریستوران کی تلاش پر مجبور کر دیا۔ پھر اچانک اسے محسوس ہوا جیسے اس کا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ وہ ایک خستہ حال چھوٹی فیاٹ گاڑی تھی اور اسے ایک خستہ حال بوڑھا ڈرائیو کر رہا تھا۔

حمید نے اپنی گاڑی بالآخر ے پول ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑ دی۔ فیاٹ بھی اُس کے بعد ہی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ حمید گاڑی پارک کر کے ڈائننگ ہال میں آیا لیکن وہ بوڑھے کے داخلے سے بھی بے خبر نہیں تھا۔

ویسے اسے توقع نہیں تھی کہ وہ سیدھا اسی کی میز کی طرف آئے گا۔

''میں اجازت لیے بغیر تمہاری ہی میز پر بیٹھوں گا۔'' بوڑھے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

اس کے سر کے بال برف ہو رہے تھے لیکن اعضاء کی مضبوطی کی بناء پر عمر کا صحیح اندازہ کرنا دشوار تھا۔ چہرے سے بھی خاصی توانائی ظاہر ہوتی تھی۔

''ضرور.....ضرور......!'' حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

بوڑھا کرسی کھینچ کر اسکے سامنے بیٹھ گیا اس کی قمیض میلی تھی اور خاکی پتلون بھی کریز سے بے نیاز تھی۔ وہ چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ''لاؤ.....وہ خط میرے حوالے کر دو.....!''

''کیسا خط......!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''نکالو ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گا..... بوڑھا نہ سمجھنا! تم جیسے بنا پیتی جوانوں کے لیے اب بھی کافی ہوں۔''

''میں بوڑھوں کا احترام کرتا ہوں، خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں!''

''میں خط مانگ رہا ہوں۔''

''آپ ہیں کون......؟''

''تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے! نکالو خط......!''

حمید اپنا سر سہلانے لگا.....سوچ رہا تھا کہ اس نامعقول لڑکی نے پھر کسی دشواری میں ڈالا.....خدا سمجھے۔

''کیا سن نہیں رہے......!'' بوڑھے نے پھر تقاضا کیا۔

''ایسی بھی کیا جلدی ہے! آپ بھی چائے پیجیے.... یا کافی پسند کریں گے!''

''دیکھو صاحبزادے مجھے غصہ نہ دلاؤ.....!''

''سوال تو یہ ہے کہ آپ کو کسی ایسے خط سے کیا سروکار جو میری ذات سے تعلق رکھتا ہو!''

''اپنی بد ذات کہو......!''

''کیا مطلب!'' حمید کی کھوپڑی پھر گرم ہو گئی۔

''اپنے طبقے کی سوسائٹی گرلز ہی تک محدود رہو!''

''بڑے میاں تم پتہ نہیں کیا سمجھ رہے ہو!''

دفعتاً حمید نے دیکھا کہ مے پول کا منیجر اس کی میز کی طرف دوڑا آ رہا ہے۔

اس نے طویل سانس لی۔ اسے یقین تھا کہ اب یہ نامناسب لباس والا بوڑھا ضرور یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

لیکن یہ کیا....؟ منیجر تو اسے جھک کر سلام کر رہا تھا۔

''جاؤ تم اپنا کام دیکھو......!'' بوڑھے نے جھنجھلا کر اس سے کہا۔

''کیا پیش کروں..... جناب......!'' منیجر گھگھیایا۔

''کچھ نہیں....جاؤ.....!''

منیجر چپ چاپ چلا گیا۔ حمید حیرت سے بوڑھے کو گھورے جا رہا تھا۔

''نکالو خط......!'' بوڑھا میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

''دیکھئے جناب۔ آپ تہذیب کی حدود سے گزر رہے ہیں!''

''میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی تہذیب پر جو دوسروں کی عورتوں پر ڈاکے ڈلواتی ہو!''

''وہ کس کی عورت تھی......!''

''میری......! وہ میری بیوی تھی! لڑ جھگڑ کر علیحدہ ہو گئی ہے، لیکن میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ کسی اور سے تعلق قائم کرے۔ البتہ طلاق حاصل کر لینے کے بعد وہ قطعی آزاد ہو گی!''

''اتنی نوجوان عورت آپ کی بیوی ہے!''

''بکواس مت کرو..... تمہیں اس سے کیا سروکار!''

''اچھا تو سنیے..... وہ خط کسی اور کا ہے، جو آپ کی بیوی کے توسط سے مجھ تک پہنچا ہے!

آج سے قبل میں نے اس عورت کی شکل تک نہیں دیکھی تھی......!''

''پیدا کرنے والے کی قسم کھا سکتے ہو!''

''گلے گلے..... پانی میں....!''

''کھاؤ قسم......!''

''قسم ہے پیدا کرنے والے کی جس عورت سے مجھے لفافہ ملا ہے میرے لیے قطعی اجنبی تھی!''

''اب اگر تم نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو تم خود بھگتو گے..... میں نے تو اعتبار کیا۔''

بوڑھے نے کہا اور اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

حمید کاؤنٹر کی طرف لپکا، جہاں منیجر کھڑا تھا۔

''یہ بوڑھا کون تھا......!'' اس نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

''آپ نہیں جانتے!'' منیجر نے حیرت سے کہا۔

''نہیں......!''

''بہت بڑا آدمی ہے، شہباز تیموری!''

''اوہ......!''

اور پھر اس نے صدر دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

بوڑھا آدمی اپنی گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ اس نے اسے جا لیا۔

''اب کیا ہے!'' وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

''میں معافی چاہتا ہوں جناب....!'' حمید بولا۔ ''مجھے آپ سے ملنے کا بیحد اشتیاق تھا!''

''اچھی بات ہے تو بیٹھ جاؤ..... میری گاڑی میں! اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو!''

''بہت بہتر!'' حمید نے کہا اور دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔

''اب بتاؤ.... تم حقیقتاً کیا چاہتے ہو......!'' بوڑھا کچھ دیر بعد بولا۔

''سیونتھ ہیون کی سیر کرنا چاہتا ہوں!''

''اوہ! لیکن کیوں......؟''

''سنا ہے..... بڑی شاندار جگہ ہے......!''

''احمقوں کی جنت......!''

''کمال ہے! یہ آپ کہہ رہے ہیں.... یعنی اس کے خالق.....!''

''ہاں.... ہاں..... چلو دکھا دوں.... لیکن تم ہو کون.....؟''

''مم..... میں کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہوں.....!''

''اوہو..... اب تم مجھے الجھن میں ڈال رہے ہو..... شاید تمہارا نام حمید ہے!''

''جی ہاں..... جی ہاں.....!''

''آخر نلنی کے توسط سے تمہیں کون پیغام بھجوا سکتا ہے!''

''آپ یقین نہیں کریں گے......!''

''نہیں..... کہو..... کہو.....!''

''یہ دیکھئے..... اس لفافے میں ایک سادہ کاغذ کے علاوہ اور کچھ نہیں!'' حمید نے لفافے سے سادہ کاغذ نکال کر دکھایا۔

''میں سمجھ گیا.....!'' بوڑھا سر ہلا کر بولا۔

''کیا سمجھ گئے؟''

''پہلے تم بتاؤ کہ ترکاری گلی تک کس طرح پہنچے تھے!''

''ہمارا ایک نامعلوم انفارمر ہے، جو ہمیں فون پر مختلف قسم کی اطلاعات دیا کرتا ہے آج صبح اس نے کہا تھا کہ اگر میں کھولی نمبر ۱۸ کے سامنے پہنچ جاؤں تو کچھ مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ میں وہاں پہنچا اور کھولی سے وہ خاتون برآمد ہوئیں۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ حمید صاحب ہیں.... میرے اعتراف پر لفافہ حوالے کر کے بولیں۔ فوراً یہاں سے چلے جاؤ.....!''

''تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا..... اب میں تمہیں اس وقت سیونتھ ہیون میں نہیں لے جاؤں گا۔ پہلے میرے گھر چلو.....!''

فریدی کے بیان کے مطابق یہ ''گھر'' دو کمروں کا کوارٹر ہی ثابت ہوا۔ جو غریب آدمیوں کی ایک چھوٹی بستی میں واقع تھا۔

''نلنی سے اسی بات پر جھگڑا ہوا ہے کہ میں اسے اپنی کسی شاندار عمارت میں کیوں نہیں رکھتا.... اور خود یہاں کیوں پڑا ہوا ہوں......!'' بوڑھے نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے بھی اس پر حیرت ہے جناب!''

''میری مرضی ......! جو میرا دل چاہے گا کروں گا..... کسی کو اس سے کیا سروکار لیکن اس واقعے کے بعد سے سوچنا پڑا ہے کہ ان بدبختوں میں سے کوئی مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا!''

''میرے پانچ بیٹے ہیں..... انہی میں سے کوئی..... وہ مجھے اس لیے گھٹیا سمجھنے لگے ہیں کہ میں نے ان کے لیے جنت تعمیر کرا دی ہے۔''

''گستاخی معاف..... آپ نے بھی تو کمال کر دیا ہے۔ کیا یہ محترمہ نلنی آپ ہی کے طبقے کی کوئی خاتون ہیں۔''

''میرا کوئی طبقہ نہیں ہے......! میں اس نظام کی شہ رگ ہوں! میرا سرمایہ لاکھوں کے لیے روزگار فراہم کرتا ہے اور بس....! مجھے اس پر شرمندگی ہے کہ میں نے ان نالائقوں کے لیے تزک واحتشام کے اسباب فراہم کیے..... مجھے شروع ہی سے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ ان لاکھوں آدمیوں کی محنت میرے لیے بھی دو وقت کی روٹیاں مہیا کر دیتی ہے..... وہ میرے محسن ہیں۔ ان کے مقابلے میں میری اولاد میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں!''

''آپ حیرت انگیز ہیں جناب!''

''چائے پیو گے یا کافی..... آج کل میں خود ہی باورچی خانہ سنبھالتا ہوں۔ میں اس سے بہتر حالت میں نہیں رہنا چاہتا جس میں میرے مزدور رہتے ہیں!''

''تکلیف نہ کیجئے۔''

''نہیں چائے تو پینی ہی پڑے گی۔ تم جب بھی مجھ سے ملنا چاہو مل سکتے ہو! صبح دس بجے سے ڈھائی بجے تک اپنے آفس میں ملتا ہوں اور اس کے بعد یہاں..... سیونتھ ہیون تم فریدی کے ساتھ بھی جا سکتے ہو! وہ محمود کے دوستوں میں سے ہے! دراصل اب میں وہاں قدم رکھنا بھی پسند نہیں کر سکتا..... اب وہ عمارت مجھے ٹھنڈا جہنم معلوم ہوتی ہے....! اندر داخل ہونے کے بعد تم خود بھی یہی محسوس کرو گے۔''

''ٹھنڈا جہنم کی بھی خوب رہی!''

''ہاں اس کے مکین یکسانیت اور بوریت کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں..... کاہل سست اور کام

چور ہیں! طرح طرح کے ذہنی امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود اس عمارت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ بالکل اسی طرح جیسے جہنم سے نکلنا ناممکن ہو گا۔ عورتیں اپنے شوہروں سے نالاں ہیں لیکن ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں کہ اس ٹھنڈے جہنم سے نکلنا پڑے گا..... نلنی کو دیکھا..... ذرا سے اختلاف پر مجھے چھوڑ گئی نا..... چھوڑ دے لیکن میں اسے اس جہنم میں نہیں دھکیل سکتا۔ وہاں پہنچ کر وہ نلنی نہیں رہے گی، چیخنے اور کراہنے والی مشین بن جائے گی ایک ہی جگہ جمی چیختی رہے گی۔ کھولی نمبر اٹھارہ کا رخ نہیں کر سکے گی اور میں اپنے دل میں اس کے لیے تڑپ محسوس نہیں کروں گا!''

وہ بولتا رہا اور حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے سب کچھ سنتا رہا۔ اس کی بنائی ہوئی چائے اسے پینی ہی پڑی تھی۔

اس سے بھی عجیب بات یہ تھی کہ اس نے مصر ہو کر حمید کو اپنی ہی گاڑی میں دوبارہ مے پول ہوٹل تک پہنچایا تھا۔

رات ہوتے ہوتے وہ گھر پہنچ سکا۔ فریدی بھی کچھ دیر پہلے کہیں سے تھکا ہارا آیا تھا۔

''آپ باز نہ آئے ہوں گے......!'' اس نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

''اور پھر ایک کہانی سنئے۔'' حمید فخریہ انداز میں مسکرایا۔

''کہانی بھی ہے.....!''

''جی ہاں.....! اور شاید میں اس نامعقول لڑکی کی وجہ سے کسی بڑی دشواری میں پڑنے والا ہوں۔'' حمید نے کہا اور بھیم پورے والی روداد دہرانے لگا! فریدی بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا لیکن کبھی کبھی اس کے چہرے پر جذباتی تغیر بھی نظر آتا۔

حمید کے خاموش ہونے پر بولا۔ ''تم سے ایک بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔''

''وہ کیا.....؟'' حمید کے جوش وخروش پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا۔

''شہباز تیموری کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ لفافے میں سادہ کاغذ تھا۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوتا کہ کسی نے نلنی کے توسط سے تمہیں کوئی پیغام بھجوایا تھا شاید تم نے یہ بھی بتا دیا ہو کہ پیغامبر کوئی لڑکی ہے۔''

''جی نہیں.....!''

''چلو غنیمت ہے!'' فریدی

''آخر وہ کیا چاہتی ہے؟''

''اس حرکت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے شہباز کو دیدہ دانستہ تمہارے پیچھے لگایا تھا۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر کسی ملاقاتی کا کارڈ پیش کیا۔

''اوہو!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''آخر بڑے میاں تشریف لے ہی آئے۔''

''کون......؟'' حمید چونک کر بولا۔

''شہباز......تم یہیں ٹھہرو......!''

فریدی کمرے سے چلا گیا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں نلنی کے سلسلے میں کوئی اسکینڈل نہ بن گیا ہو....آخر کیا چاہتی ہے.....وہ لڑکی......!

تھوڑی دیر بعد ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ فریدی نے اسے ڈرائنگ روم میں بلایا ہے۔

فریدی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی برس پڑا۔ ''میں تمہیں کئی بار سمجھا چکا ہوں کہ نامعلوم انفارمرز کی اطلاعات پر آنکھیں بند کر کے نہ دوڑ جایا کرو۔''

''میں نے تو پہلے ہی تیموری صاحب سے معافی مانگ لی تھی۔'' حمید نے تیموری کی طرف دیکھ کر سہم جانے کی ایکٹنگ کی۔

''نلنی غائب ہو گئی ہے میرے بیٹے......!'' شہباز تیموری بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''اوہ......! کب......؟''

''تمہیں سے پول چھوڑ کر میں ادھر ہی گیا تھا۔ کھولی خالی پڑی تھی۔ اس کا سامان بھی غائب تھا۔''

''قصہ دراصل یہ ہے جناب!'' حمید کے کچھ بولنے سے قبل فریدی بول پڑا۔

''قصور حمید کا بھی نہیں ہے! اس نامعلوم انفارمر نے اسی دوران میں کئی بہت سچی اطلاعات ہم تک پہنچائی تھیں۔ مثال کے طور پر آپ نے اخبارات میں کیفے دارا کے چھاپے سے متعلق پڑھا ہو گا۔''

''ہاں..... ہاں....شاید کچھ تھا غیر قانونی منشیات کے بارے میں!''

''جی ہاں! اسی نامعلوم انفارمر نے ہمیں مطلع کیا تھا کہ وہاں منشیات کی ایک بہت بڑی کھیپ پہنچنے والی ہے۔''

''اچھا.....!'' تیموری کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''لیکن.... نلنی..... بھلا نلنی کو کسی ایسے معاملے سے کیا سروکار..... خدا کی پناہ.... کیا میرے گرد کوئی جال بُنا جا رہا ہے..... یقیناً یہی بات ہے..... اس لفافے میں سادہ کاغذ تھا.... حمید صاحب؟''

''جی ہاں..... آپ نے دیکھا ہی تھا!''

''خدا مجھ پر رحم کرے..... اس شہر کے دوسرے کاروباری میرے دشمن ہیں! کیونکہ میرے ملوں کے مزدوروں کو تنخواہوں کے علاوہ کئی الاؤنسز بھی دیئے جاتے ہیں جن کا انحصار میری مرضی پر ہے۔''

''میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں.....!'' فریدی بولا۔

''لیکن میں کیا کروں.....!'' بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''شہر کا کونہ کونہ چھان مارا جائے گا.....! کیا آپ کسی کے خلاف شبہے کا اظہار کرنا پسند فرمائیں گے۔''

''کس کا نام لوں..... مجھے تو میری اولادیں تک ناپسند کرتی ہیں.... لیکن میں فرعونوں کی طرح نہیں مرنا چاہتا۔''

''آپ بے فکر رہیں..... جب تک محترمہ نلنی کا سراغ نہیں ملے گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ان کی کوئی تصویر مل جائے گی؟''

''ہر وقت پاس رکھتا ہوں۔'' بوڑھے نے جیب سے پرس نکالتے ہوئے کہا۔ پھر اسی پرس کے ایک خانے سے نلنی کی تصویر برآمد ہوئی۔

''لیکن یہ کام بہت خاموشی سے ہونا چاہئے۔'' بوڑھے نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ میرے بیٹوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع ملے!''

''آپ مطمئن رہئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے گی۔''

پھر بوڑھے کے چلے جانے کے بعد فریدی ٹھنڈی سانس لے کر بولا تھا۔ ''یہ بیماری کسی عمر میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔''

حمید نے لہک کر شعر پڑھا۔

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

''کبھی کبھی سے کیا مراد ہے؟'' شعر پڑھ کر اس نے فریدی سے پوچھا۔

''کان نہ کھاؤ۔''

''علامہ اقبال کا شعر ہے!''

''انہیں سے پوچھو جا کر......!''

''میں بتاتا ہوں......! اتنے بزرگ آدمی تھے صاف صاف کیا کہتے! کبھی کبھی سے مراد ہے جب کوئی عورت قریب ہو۔ اس کے علاوہ اور کوئی مفہوم نہیں اس کبھی کبھی کا....!''

''عورت کے بچے خاموش رہو!''

''نہ عورت خاموش رہ سکتی ہے اور نہ اس کا بچہ! ایک کان کھاتی ہے اور دوسرا حلق پھاڑتا ہے۔ آواز کے علاوہ اور کیا رکھا ہے دنیا میں۔''

''نلنی کا کیا ہوگا......؟ ان بڑے میاں کی افتادِ طبع آئے دن طرح طرح کے گل کھلاتی جا رہی ہے!''

''سوال تو یہ ہے کہ آپ نے انفارمر کے سلسلے میں غلط بیانی سے کیوں کام لیا تھا۔''

''غلط بیانی سے کیا مراد ہے تمہاری؟''

''وہ مرد تو نہیں ہے!''

''میں نے کب کہا تھا کہ وہ مرد ہے! انفارمر مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی صرف وضاحت نہیں کی تھی اور وضاحت نہ کرنا غلط بیانی نہیں کہلاتا۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ اس بوڑھے پر شبہ کر رہے ہیں!''

''شبہ اسی صورت میں کر سکتا ہوں جب یہ ثابت ہو جائے کہ نلنی کے غائب ہو جانے میں اسی کا ہاتھ ہے!''

''میں تو اکتا گیا ہوں ان معاملات سے!'' حمید جماہی لے کر بولا۔ ''اُس فون نمبر کے سلسلے میں کیا ہوا؟''

''ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نمبر کا انسٹرومنٹ کہاں ہے!''

''کیا اب پھر کہیں جانا ہوگا!''

''فی الحال تو ارادہ نہیں ہے!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''صرف دو گھنٹے کی نیند کا خواہشمند ہوں......!''

''جائیے! میں ابھی جاگ رہا ہوں۔''

فریدی اپنی خواب گاہ میں چلا گیا اور حمید نے ڈائننگ روم کی راہ لی۔

آج وہ بڑی الجھن میں مبتلا تھا۔ لڑکی کی وجہ سے خاصی چوٹ ہوئی تھی۔ خواہ مخواہ ایک سادہ لوح بوڑھے کی نظروں میں خوار ہوا تھا لیکن کیا وہ سچ مچ یہی چاہتی تھی کہ بوڑھا اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔ آخر کیوں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس واقعے کے بعد خود بوڑھے ہی نے نلنی کو منظر عام سے ہٹا دیا ہو..... پھر یک بیک اسے اپنے اس انداز فکر پر ہنسی آ گئی۔ کیا نلنی ہی کے توسط سے وہ اس لڑکی کے بارے میں معلومات نہ حاصل کر سکتا؟ لہٰذا یہ کیوں نہ سوچا جائے کہ نلنی سے کام نکالنے کے بعد خود اسی لڑکی نے نلنی کو غائب کر دیا ہو۔

کھانے کی میز پر کیا تھا وہ اس وقت اس طرف دھیان نہ دے سکا۔ اس پر خیالات کی یلغار ہو رہی تھی۔

''فون پر آپ کی کال ہے!'' دفعتاً ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

''عورت ہے کوئی......!''

''جی ہاں......!''

اس نے ہاتھ صاف کئے بغیر میز چھوڑ دی۔

ڈرائنگ روم میں آیا اور ریسیور اٹھا کر پُر تفکر لہجے میں کال ریسیو کی۔

''بہت بجھے بجھے سے لگ رہو ہو!'' لڑکی کی آواز آئی۔

''تمہاری وجہ سے بہت پریشانی اٹھائی ہے۔''

''شاید میری ہی وجہ سے سکھ بھی اٹھاؤ۔''

''تو پھر بلواؤں کسی قاضی کو......!'' حمید نے چہک کر پوچھا۔

''فضول باتیں مت کرو..... نلنی محفوظ ہے!''

''تو میرا یہ خیال غلط نہیں تھا کہ وہ تمہاری ہی تحویل میں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بیچارے بوڑھے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ بہرحال میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتا کہ تم مجھے بوڑھے سے الجھانا چاہتی تھیں۔''

''میری بات غور سے سنو!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''اپنے چیف سے کہہ دو! اگر کوئی بھیڑیا نظر آئے تو اس کی کھال اتارنے کی کوشش ضرور کریں۔''

پھر حمید ''ہیلو۔ ہیلو'' ہی کرتا رہ گیا تھا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

چیخ اور سناٹا

دوسری صبح ناشتے کی میز پر حمید نے فریدی کو پچھلی رات والی فون کال کے بارے میں بتایا۔

فریدی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ سر ہلا کر بولا۔ ''اس کی رہنمائی سے قبل ہی میں بھیڑیئے تک پہنچ چکا ہوں..... لیکن لاحاصل۔''

''میں نہیں سمجھا!''

''اس میں شک نہیں ہے کہ اُس عورت ہی نے ہمیں اس راہ پر ڈالا ہے لیکن اصل مجرم تک رسائی اور بات ہے۔''

''اوہو..... تو پھر..... بھیڑیا کون ہے؟''

''بھیڑیا..... بھیڑیا ہے.....!''

''اور میں چونکہ بھیڑیا نہیں ہوں اس لیے اُلّو کا پٹھا ہوں!'' حمید بھنا کر بولا۔

''خواہ مخواہ بور ہو رہے ہو! اس کے کہنے کے مطابق اب اگر کوئی بھیڑیا ملا تو کھال بھی اتار کر دکھا دوں گا.....!''

حمید کچھ نہ بولا..... وہ تو صرف اُسی لڑکی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ اس کیس میں اس لڑکی کے علاوہ اور رکھا بھی کیا تھا! منشیات کی ناجائز تجارت کوئی نیا واقعہ نہ تھا۔ رہ گئیں

وہ لاشیں تو وہ بھی اس شہر غدار کے لیے انہونیوں میں سے نہیں تھیں۔ روزانہ دو چار تو یونہی خواہ مخواہ ٹریفک کے حادثات ہی کی نذر ہو جایا کرتے تھے۔

''چلو آج تمہیں ٹھنڈے جہنم کی سیر بھی کرا دوں!'' فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

''کیا وہ گیارہ عدد ہر وقت وہیں موجود رہتی ہیں۔''

''بکواس مت کرو.....!''

''ان گیارہ عدد کے علاوہ مجھے وہاں کی کسی اور چیز سے کوئی دلچسپی نہیں!''

''دادا بھی دلچسپی کی چیز ہے لیکن وہ اس عمارت سے تعلق نہیں رکھتا....!''

''صبح چار بجے بھی اس کی کال آئی تھی....!''

''نلنی ملی یا نہیں!''

''نہیں.....!''

''کمال کا آدمی ہے.....میرا دل چاہتا ہے کہ کچھ دن اسی کے چکر میں گزار دوں!''

''کیا مطلب......!''

''مزید کچھ عورتوں سے اس کا تعارف کراؤں....!''

''حمید صاحب کبھی اس کے دفاتر کی طرف بھی جانا ہوا ہے.....!''

''نہیں.....تو......!''

''درجنوں خوب صورت عورتیں.....آپ کو مختلف عہدوں پر نظر آئیں گی!''

''تو پھر یہ.....نلنی والا گھٹیا پن.....!''

''اپنا اپنا معیار ہے.....تم اسے گھٹیا پن نہیں کہہ سکتے جس طبقے میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے اسی کی مناسبت سے......!''

دفعتاً وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

حمید نے استفہامیہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

''کچھ نہیں!'' فریدی بڑبڑایا۔ ''ناشتہ ختم کرنے میں جلدی کرو......!''

''کوئی خاص بات......!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پُرتفکر انداز میں سگار کا گوشہ توڑ رہا تھا۔

ناشتہ ختم کر کے حمید اٹھنے لگا تو اس نے کہا۔'ایک وائر ریکارڈر بھی رکھ لینا....!''

''کک....کیا مطلب......!''

''ساری لڑکیوں کی آوازیں ریکارڈ کرنی ہیں.....اس طرح کہ کسی کو احساس نہ ہونے پائے.....!''

''کیا میں صرف احکامات بجالانے کی مشین ہوں!'' حمید پھر بھنا گیا۔

''چلو.....چلو......!'' فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔''میرا یہ خیال غلط تھا کہ وہ لڑکی آواز بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی......!''

''اوہو.....تو کیا ان گیارہ لڑکیوں میں سے.....!''

''دیکھ لینے میں کیا حرج ہے..... بدلی ہوئی آواز کا ریکارڈ بھی ہمارے پاس موجود ہے....ٹسٹ کرلیں گے.....!''

ٹھیک اُسی وقت ملازم نے ڈائننگ روم میں داخل ہو کر کسی فون کال کی اطلاع دی۔

''عورت تو نہیں ہے!'' حمید نے پوچھا لیکن نفی میں جواب پا کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے تجربہ گاہ کی طرف چل پڑا۔فریدی سٹنگ روم میں چلا گیا۔

حمید وائر ریکارڈر لے کر واپس آیا تو فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جسے وہ کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

''چلو.....خاصا ہنگامہ رہے گا!'' فریدی نے اس کے ہاتھ سے وائر ریکارڈر لیتے ہوئے کہا۔''بوڑھے کا فون تھا! وہ اس وقت اپنے ٹھنڈے جہنم میں موجود ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ہم وہاں پہنچ جائیں۔''

''وہ تو کہتا تھا کہ وہاں قدم رکھنا بھی اسے گوارا نہیں!''

''چلو دیکھتے ہیں......!''

سیونتھ ہیون کے پھاٹک پر دو مسلح پہریداروں نے ان کا استقبال کیا۔شاید انہیں پہلے ہی سے ان کے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ان میں سے ایک نے ان کی رہنمائی صدر دروازے تک کی تھی اور تیسرا جو وہیں موجود تھا انہیں اندر لے چلا۔

اندر قدم رکھتے ہی ہلکی سی موسیقی ذہنوں کو گدگدانے لگی تھی۔

ہر جگہ یکساں آواز..... کہیں پر بھی فاصلے کا احساس نہ ہو سکا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے درودیوار سے موسیقی کی لہریں خارج ہو رہی ہوں۔ پوری عمارت ائر کنڈیشنڈ ثابت ہوئی.....ایک مخصوص قسم کی خوشبو چاروں طرف چکراتی پھر رہی تھی۔

باوردی ملازم انہیں ایک بڑے ہال میں لایا۔ یہاں کی آرائش دیکھ کر حمید کی آنکھیں کھل گئیں۔

پورے ہال میں ایک ہی قالین بچھا ہوا تھا۔ قالین بھی ایسا جس میں پیر دھنستے ہوئے محسوس ہوتے تھے! پھر فرنیچر کا کیا کہنا.....؟

ہال میں پانچ آدمی نظر آئے۔ بوڑھا شہباز تیموری، تین گول مٹول سے آدمی.....اور چوتھا جوان تینوں سے چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ گٹھیلے جسم کا قد آور آدمی تھا۔

انہیں دیکھ کر وہ اٹھے تھے اور بوڑھا خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے پھر بیٹھ گیا تھا۔

حمید نے محسوس کیا کہ ان میں سے ایک آدمی اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہی، جو دوسرے افراد کے مقابلے میں صحت منداور توانا معلوم ہوتا تھا۔

تعارف ہوا..... یہ چاروں شہباز تیموری کے بیٹے تھے۔

پہلا گول مٹول سجاد تیموری تھا۔ دوسرا آصف تیموری، تیسرا بابر تیموری اور چوتھا متناسب جسم والا جمشید تیموری تھا.....حمید پانچویں کے بارے میں سوچنے لگا جو، ان میں موجود نہیں تھا.....فریدی کا دوست محمود تیموری۔

ٹھیک اُسی وقت فریدی نے بوڑھے سے پوچھا۔ ”کیا محمود نہیں ہیں!“

وہ پچھلی رات یو۔ کے فلائی کر گیا۔“ بوڑھے نے جواب دیا۔

”فرمائیے.....!میں کیا خدمت کر سکتا ہوں!“فریدی نے پانچویں پر اچٹتی سی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن حمید کیا وہ سادہ کاغذ اور لفافہ محفوظ ہے!“ بوڑھے نے حمید سے سوال کیا۔

”جی ہاں.....!“

”ان پر انگلیوں کے نشانات ضرور ہوں گے!“

”یقیناً ہیں!“ حمید کے جواب دینے سے پہلے فریدی بول پڑا۔

''میں چاہتا ہوں کہ چاروں کے فنگر پرنٹ لے لیے جائیں!'' بوڑھے نے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

تینوں گول مٹول آدمی تو خاموش رہے لیکن چوتھا اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ ناممکن ہے!'' اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جمشید بیٹھ جاؤ!'' بوڑھا غرایا۔

''آپ ہماری توہین کر رہے ہیں!''

''بیٹھ جا!'' بوڑھا پیر پٹخ کر دہاڑا۔

''ہرگز نہیں.....! میں جا رہا ہوں اور آئندہ کبھی ادھر کا رخ بھی نہیں کروں گا۔''

''دیکھ پچھتائے گا!''

''لعنت ہے پچھتانے والے پر.....آپ آخر مجھے کیا سمجھتے ہیں؟''

''بیٹھ جاؤ.....بیٹھ جاؤ.....!'' تینوں گول مٹول خوفزدہ لہجے میں بولے۔

''آپ لوگ بے حس اور ذلیل ہیں.... میں نہیں ہوں!'' جمشید نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

اکتا دینے والی موسیقی اب بھی ہال میں گونج رہی تھی اور حمید ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی فلم کی پس منظر موسیقی ڈرامے کے لمحات گزر جانے کے بعد ڈھیلی پڑ گئی ہو۔

وہ سب خاموش تھے۔ بوڑھے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور اس کے تینوں بیٹے بے حد خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً جمشید پھر ہال میں داخل ہوا اور حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''یہ شخص اول درجے کا جھوٹا ہے!''

''وہ کس طرح جناب!'' حمید نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

''تم خود ہی اس حرکت کے ذمہ دار ہو.....!''

''ثابت کرو.....!'' بوڑھا غرایا۔

''شہر میں کون نہیں جانتا کہ کیپٹن حمید عورتوں کے پیچھے دُم ہلاتا پھرتا ہے۔''

''مجھے تو شہر میں ایک بھی دُم دار عورت نظر نہیں آئی۔''

''میں تمہیں دیکھوں گا!''

''گٹ آؤٹ!'' بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا۔

''نہیں.... نہیں! یہ زیادتی ہے.....!'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔ ''خود کو قابو میں رکھئے جناب..... جمشید میاں آپ بیٹھ جایئے!''

''شکریہ!'' وہ تلخ لہجے میں بولا۔ ''میں سب سمجھتا ہوں! میں فنگر پرنٹس ہرگز نہیں دوں گا...!''

''اس کی ضرورت نہیں!'' فریدی کا لہجہ بدستور نرم تھا۔

موسیقی کی یکسانیت حمید کو بری طرح کھل رہی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ یہاں سے نکل بھاگے کسی میوزیکل کلاک کے الارم کی طرح بس ایک ہی دھن بجے جا رہی تھی۔ نہ اتار نہ چڑھاؤ نہ کسی قسم کی دوسری تبدیلی۔

جمشید فریدی کے کہنے پر بھی نہیں بیٹھا تھا۔ بوڑھا اس سب سے منہ موڑے پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے شدید ترین تلخی نمایاں تھی۔

دفعتاً فریدی اسے مخاطب کر کے بولا۔ ''اگر آپ محترمہ نلنی کی بازیابی ہمارے توسط سے چاہتے ہیں تو ایک رپورٹ لکھ کر مجھے دیجئے.....! ان سب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں خواہ مخواہ خاندانی زندگی میں کیوں تلخیاں پیدا ہوں۔''

''اچھا.....اچھا.....!'' بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ ''لیکن یہ اب اس عمارت میں نہیں رہ سکتا۔'' اس نے جمشید کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جمشید پھر تیزی سے نکاسی کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس بار فریدی نے حمید کو اس کے پیچھے جانے کا اشارہ کیا تھا اور یہ اشارہ بڑی حد تک معنی خیز بھی تھا۔

جمشید نے کچھ دیر پہلے حمید کی توہین کی تھی اس لیے اس نے حکم کی تعمیل میں بڑی پھرتی دکھائی۔ جلد از جلد اس سے الجھنے کا بہانہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔ ہال سے نکلتے ہی اس نے اسے جا لیا۔

''کیا بات ہے!'' جمشید بھنا کر پلٹ پڑا۔

''تم نے مجھ پر ایک الزام لگایا ہے..... دوست.....!'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تو کیا میں نے آپ کے بارے میں غلط کہا تھا۔''

''میلی کچیلی گندی عورتیں میری مشغولیات میں شامل نہیں ہیں.... بہت ہی آرٹسٹک

ٹیسٹ رکھتا ہوں.....!"

"جہنم میں جاؤ.....!" وہ کہتا ہوا آگے بڑھ جانے کے لیے مڑا۔

"ٹھہرو دوست.....میں بھی جہنم سے نکلنا چاہتا ہوں....ساتھ لیتے چلو!"

"کیا مطلب.....!" وہ دوبارہ مڑ کر حمید کو گھورنے لگا۔

"تم لوگ یہاں کس طرح زندہ ہو مجھے اس پر حیرت ہے.....! خدا کی پناہ یہ موسیقی بیس پچیس منٹ ہی میں دماغ کی چولیں ڈھیلی کر سکتی ہے!"

دفعتاً جمشید تیموری کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے کہا۔

"او کے.....چلو میرے ساتھ۔ میں اس سلسلے میں تم سے کچھ گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں.....!"

وہ دونوں باہر آئے اور جمشید نے حمید کے لیے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت غصے میں تھا۔تم خود سوچو اگر کوئی باپ اپنے بیٹوں پر اپنی داشتہ کے اغوا کا الزام لگائے تو.....!"

"ٹھیک ہے! ٹھیک ہے! میں سمجھتا ہوں.....اسی لیے میں نے بات نہیں بڑھائی تھی....!" حمید نے اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جمشید گھوم کر دوسری طرف اسٹیرنگ کے سامنے جا بیٹھا۔

گاڑی کمپاؤنڈ سے نکلی.....! حمید کنکھیوں سے جمشید کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔"مگر تیموری صاحب تو کہہ رہے تھے کہ نلنی منکوحہ ہے!"

"خدا جانے.....!" جمشید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔"عمر کی زیادتی نے ان کا ذہن ماؤف کر دیا ہے!"

چند لمحے خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔"انہوں نے اس سلسلے میں کسی نامعلوم انفارمر کی کہانی بھی سنائی تھی۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"تم لوگوں نے اس کی آواز ریکارڈ کرنے کی کوشش ضروری کی ہو گی!"

"ظاہر ہے!"

"میں اسے سننا چاہتا ہوں!"

''سنوا دوں گا...... ٹیپ کرنل صاحب کی تحویل میں ہے ان سے کہوں گا...... لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''کیا بات......!''

''کل رات تیموری صاحب نے درخواست کی تھی کہ نلنی کی تلاش کا کام خاموشی سے کیا جائے ورنہ آپ لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے گا لیکن پھر خود ہی آپ لوگوں کو بھی ملوث کر بیٹھے...!''

''میں نے کہہ دیا نا کہ ان کی ذہنی حالت مشکوک ہے..... اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ انہوں نے ایک خاص مقصد کے تحت یہ طرز زندگی اپنایا ہے!''

''خاص مقصد کے تحت!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں...... تا کہ نچلے طبقہ کی عورتوں پر زیادہ سے زیادہ ہاتھ صاف کیا جا سکے!''

''خدا کی پناہ......!''

''کہاں اترو گے!'' اس نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''اپنے دفتر کے قریب..... تو پھر اب تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی! مطلب یہ ہے کہ اگر کرنل صاحب تمہیں ریکارڈ کی ہوئی آواز سنانے پر آمادہ ہو جائیں تو تم سے کس طرح رابطہ قائم کیا جائے......!''

''تھری اوتھری سکس ایٹ پر رنگ کر لینا......!''

پھر وہ حمید کو اس کے دفتر کے قریب گاڑی سے اتار کر چلا گیا تھا۔

''جہنم میں جاؤ!'' حمید دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھورتا ہوا بڑبڑایا۔

ایک گھنٹے بعد فریدی بھی واپس آ گیا تھا...... حمید آرام کرسی پر نیم دراز اختر شیرانی کی نظموں سے جی بہلا رہا تھا۔

''کیا رہی؟'' اس نے حمید کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''یہی وادی ہے اے ہمدم جہاں ریحانہ رہتی تھی......!''

''کیا بکواس ہے......!''

''اوہ......!'' حمید چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''میں نے تمہیں کئی بار تنبیہہ کی ہے کہ شعراء کرام کو دفتر نہ لایا کرو۔''

''سوری۔'' کہہ کر حمید نے مجموعہ کلام میز کی دراز میں رکھ دیا اور پھر بولا۔ ''وہ انفار مرکا ریکارڈڈ ٹیپ سننے پر مصر ہے......!''

''گڈ!'' فریدی چٹکی بجا کر بولا۔ ''اور کچھ......؟''

''بوڑھے کو برا بھلا کہہ رہا تھا......!''

''قدرتی بات ہے!'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''کیا واقعی نلنی بوڑھے کی داشتہ ہے!''

''بکواس ہے! کیا جمشید نے یہ اطلاع دی ہے!''

''جی ہاں......!''

فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ حمید کچھ دیر بعد بولا۔ ''اس نے فون نمبر دیئے ہیں۔ اگر آپ اسے ٹیپ سنوانے پر آمادہ ہوں تو اسے مطلع کر دیا جائے۔''

''تم اسے چار بجے رنگ کر سکتے ہو!'' فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

''تو کیا سچ مچ......!''

''وہ کسی مرد کی آواز ہو گی......تم فکر نہ کرو......!''

''ان تینوں گول مٹول اولادوں کا کیا رویہ تھا......!''

''کچھ بھی نہیں! سب کچھ خاموشی سے سنتے رہے تھے......!''

''اور وہ گیارہ عدد لڑکیاں.....ان میں سے تو کسی کی بھی شکل نہیں دکھائی دی تھی.....!''

''سب باہر تھیں......!''

''میں پوری عمارت بھی نہ دیکھ سکا!''

''لیکن میں نے تو تمہاری آنکھوں میں اکتاہٹ کے آثار دیکھے تھے!'' فریدی بولا۔

''وہ موسیقی مجھے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی......آخر وہ بند کس طرح ہوتی!''

''جب صدر دروازہ مقفل کیا جاتا ہے.....بس پوری عمارت کو ایک بہت بڑا برقی کھلونا سمجھ لو..... بھانت بھانت کے عجائبات نظر آئیں گے۔''

''بوڑھا میری سمجھ سے باہر ہے!''

فریدی مسکرا کر رہ گیا کچھ بولا نہیں.....حمید اسے جواب طلب نظروں سے دیکھے جا رہا

تھا۔ بالآخر بولا۔ ''کیا بوڑھے پر شبہ کیا جا سکتا ہے!''

''فی الحال کوئی بھی شبہ سے بالاتر نہیں ہے!''

اسی شام کو چار بجے حمید نے جمشید سے فون پر رابطہ قائم کر کے اطلاع دی کہ اسے انفارمر کی آواز کا ٹیپ سنایا جا سکتا ہے! فریدی نے ٹیپ ریکارڈر اس کے حوالے کر دیا تھا۔

جمشید نے حمید کو بتایا کہ وہ پندرہ منٹ بعد آرلکچو میں مل سکے گا۔

آرلکچو سے اٹھ کر وہ دونوں ایک پبلک پارک میں پہنچے تھے اور حمید نے گاڑی ہی میں بیٹھے بیٹھے اسے ٹیپ سنایا تھا۔

''سوال تو یہ ہے کہ نلنی...... کیوں......؟ وہ کیوں استعمال کی گئی۔'' جمشید پُرتفکر لہجے میں بڑبڑایا۔

''کیا یہ آواز تمہارے لیے کوئی اہمیت رکھتی ہے!'' حمید نے سوال کیا۔

''قطعی نہیں!'' وہ سر ہلا کر بولا۔ ''میرے لیے بالکل اجنبی ہے اور اصل قصہ یہ ہے کیپٹن حمید کہ ہمارے کچھ کاروباری حریف ہمیں نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے نلنی انہی میں سے کسی کی آلۂ کار بنی ہو۔ ذرا ایک بار پھر تو سنوانا ٹیپ!''

حمید نے دوبارہ ٹیپ چلایا..... جمشید بہت غور سے سن رہا تھا۔ حمید نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھی لیکن اسے انہماک کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

''دشواری تو یہ ہے کہ آپ لوگ کسی کے خلاف شبہ بھی تو ظاہر نہیں کر رہے!'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

اس پر جمشید تلخ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''قبلہ والد صاحب نے ہم لوگوں کے خلاف شبہ ظاہر تو کر دیا تھا..... کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے احتجاجاً سیونتھ ہیون سے اپنا تعلق منقطع کر لیا ہے۔''

''مجھے اس ٹریجڈی پر افسوس ہے......!''

''اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم لوگ بھی انفارمر کی آواز نہیں پہچانتے۔'' جمشید بولا۔

''تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے تم نے پہچان لی ہو۔''

''جب تم جیسے ماہر لوگ نہیں پہچان سکے تو میں بیچارہ کس شمار میں ہوں!''

''میں تمہارے بھائی محمود تیموری سے کبھی نہیں ملا وہ کس قسم کے آدمی ہیں۔''

''بے حد سعادت مند......! والد صاحب کے بے حد فرمانبردار..... دن کو رات اور رات کو دن کہہ دیں۔ اُن کی خوشی کی خاطر......!''

''ایسے لوگ چھپے رستم ہوتے ہیں!'' حمید بولا۔ ''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ملک میں نہیں ہیں۔''

''میں کچھ نہیں جانتا!'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''مجھے کسی میں دلچسپی نہیں رہی!''

''آپ کے متعلقین تو سیونتھ ہیون ہی میں رہ گئے ہیں!''

''کون سے متعلقین......؟''

''مطلب یہ کہ آپ کے بیوی بچے......!''

جمشید ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ ''میرا کوئی نہیں ہے! میں بالکل تنہا ہوں..... ورنہ اتنی آسانی سے اس جہنم سے چھٹکارا نہ ملتا......!''

''حیرت ہے کہ تم بھی اسے جہنم سمجھتے ہو!''

جمشید کچھ نہ بولا..... اس کے چہرے پر بیزاری کے علاوہ اور کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔

''اچھا...... کیپٹن حمید..... شکریہ......!'' اس نے کچھ دیر بعد کہا اور حمید کی گاڑی سے اتر کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

اسکے چلے جانے کے بعد بھی حمید نے اپنی گاڑی وہیں روکے رکھی۔ دن بھر کی تپش کے بعد موسم خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔ پارک کی کھلی فضا میں کچھ دیر ٹھہر کر دن بھر کی تھکن اتارنا چاہتا تھا۔

دفعتاً وہ لڑکی یاد آ گئی جس کے پھیلائے ہوئے کھڑاگ نے یہاں تک پہنچا دیا تھا۔ آخر وہ کیا چاہتی تھی۔ اگر یہ منشیات کی تجارت کرنے والے دو مخالف گروہوں کا ٹکراؤ تھا تو پھر اس نے بوڑھے شہباز تیموری کو اس میں کیوں ملوث کرنے کی کوشش کی تھی۔

تو پھر کیا سچ مچ بوڑھا شہباز ہی......! شہباز جو اپنی انسان دوستی کے جھنڈے گاڑتا پھر رہا ہے..... ایسے ہی کسی گروہ کا سربراہ بھی ہے، سب کچھ ممکن ہے! یہاں کیا نہیں ہوتا۔

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر کی طرف چل پڑا...... ذہن نے شہباز سے پھر اسی لڑکی کی طرف چھلانگ لگائی..... تو پھر وہ شہباز ہی کے گھرانے کی کوئی لڑکی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اسے وہ شام بھی یاد آئی جب وہ ایک گونگی لڑکی کے روپ میں سیونتھ ہیون کی کمپاؤنڈ

سے برآمد ہوئی تھی.....تو گویا شروع ہی سے وہ ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتی رہی تھی۔

گھر پہنچ کر فریدی سے ملاقات نہ ہوسکی۔ اس نے سوچا کہیں اس دوران میں اس لڑکی کی ٹیلیفون کال نہ آئی ہو لیکن ملازموں سے دریافت کرنے پر مایوسی ہوئی۔ ذہن کی جو کیفیت ہوئی تھی اسے مایوسی ہی کہنا چاہیے کیونکہ اسے اس کی کال کا انتظار رہتا تھا۔

چائے کے دوران میں اچانک اس کی یہ آرزو پوری ہوگئی۔ پیالی ہاتھ میں لیے ڈرائنگ روم تک دوڑا چلا آیا۔

دوسری طرف وہی لڑکی تھی۔ کھنکتی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ''کہو دوست کیا حال ہیں....!''

''تم نے بڑی مصیبت میں پھنسا دیا ہے! بوڑھا میری جان کو آ گیا ہے!''

''پھر اسے کیا بتایا......!''

''سچی بات بتانا میرے پیشے کے منافی ہے......! تم بتاؤ آخر تمہارا گروہ اس گروہ کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے.....؟''

''کہاں کی ہانک رہے ہو پیارے دوست......!''

''ایک بار پھر کہو!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا کہوں......؟''

''پیارے دوست!'' آج تک کسی لڑکی نے اتنے پیار سے مخاطب نہیں کیا۔ جواب میں پھر کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی تھی۔

''کہونا.....ایک بار پھر کہو......!''

''شاید کسی دوسرے انسٹرومنٹ پر میرے نمبر ڈٹکٹ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔''

''ہرگز نہیں!'' حمید بولا۔ ''میں تمہیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ اس گروہ کا قلع قمع ہو جانے کے بعد تمہارے گروہ کی طرف ضرور توجہ دی جائے گی۔ لہٰذا تم اس سے پہلے ہی اپنا تحفظ کرلو۔''

''میری فکر نہ کرو..... پیارے دوست.....او.....اف......!''

ایسی ہی زبردست چیخ تھی کہ حمید کا سر جھنجھنا اٹھا...... بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے اچانک کسی نے لڑکی کی پشت میں خنجر اتار دیا ہو۔

''ہیلو.....ہیلو......!'' حمید چیختا رہ گیا.....لیکن دوسری طرف اب سناٹا تھا۔

آخری کوشش

ریسیور میز پر ڈال کر اس نے تجربہ گاہ کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ وہاں سے دوسری لائن والے فون پر اپنے محکمہ کے آپریشن روم سے رابطہ قائم کرکے پوچھا! ''کیا بوتھ نمبر تیرہ سے ہمارے نمبر پر کوئی کال ہو رہی تھی......!''

''جی ہاں......!'' دوسری طرف سے جواب ملا۔ ''وہ آپ سے گفتگو کر رہی تھی پھر چیخی تھی اور سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ کرنل صاحب کو اطلاع دے دی گئی ہے!''

''وہ کہاں ہیں......؟''

''فون نمبر تھری سکس ایٹ ناٹ پر ملے تھے!''

حمید نے سلسلہ منقطع کر کے مذکورہ نمبر ڈائیل کیے لیکن دوسری طرف صرف گھنٹی بجتی رہی۔ ریسیور نہیں اٹھایا گیا تھا.....ریسیور رکھ کر وہ پھر سٹنگ روم کی طرف بھاگا۔

دو یا تین منٹ کے اندر ہی اندر اس کی گاڑی سڑک پر نکل آئی تھی اور اس کا رخ اپر کلاس ہاؤسنگ سوسائٹی کی طرف تھا۔

بوتھ نمبر تیرہ کے قریب بھیڑ نظر آئی اور حمید کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی! بھیڑ ہٹا کر وہ بوتھ کے دروازے تک پہنچا فریدی اندر کھڑا فرش پر پھیلے ہوئے تازہ تازہ خون کو دیکھے جا رہا تھا۔

حمید کی آمد پر چونکا اور اس کا اس کا بازو پکڑے ہوئے بوتھ سے باہر نکل آیا۔

''لل......لاش بھجوا دی؟'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''کیسی لاش......؟''

''لل......لڑکی.....کی!''

''جب میں پہنچا ہوں تو یہاں کوئی لاش واش نہیں تھی۔ البتہ ایک آدمی بوتھ کا دروازہ

کھولے کھڑا فرش پر پھیلے ہوئے خون کو دیکھ رہا تھا۔''

''کون تھا......؟''

''احمقانہ باتیں نہ کرو.....کوئی بھی ہو سکتا ہے.....فون کرنے آیا تھا......!''

''تو اس کا یہ مطلب کہ فوری طور پر لاش بھی غائب کر دی گئی!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اس جگہ آئے جہاں لنکن پارک تھی۔

''تو کیا یونہی......!'' حمید بولا۔

''جی نہیں!'' فریدی کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی! ایک آدمی بوتھ کے دروازے پر موجود ہے......! ابھی دوسرے بھی پہنچ کر ضابطے کی کارروائی کریں گے۔ میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکتا! جمشید کا کیا رہا۔

''اس نے دوبارہ ٹیپ سنا تھا......؟''

''ری ایکشن!''

''گہرے انہماک کے علاوہ اور کچھ نہیں محسوس کر سکا! ظاہر ہے کہ آواز کے بارے میں تو اس نے لاعلمی ہی ظاہر کی ہوگی کیونکہ ٹیپ جعلی تھا......!''

''میں نے تمہاری رائے نہیں معلوم کی تھی!'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''فی الحال بُرا ماننے کے موڈ میں نہیں ہوں......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''بالآخر وہ بیچاری بھی مار ہی ڈالی گئی!''

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ حمید کو اس کا یہ رویہ گراں گزرا تھا لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ لڑکی کی حیرت اور کرب میں ڈوبی ہوئی چیخ اسے پھر یاد آ گئی۔

دفعتاً فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔ ''تم بالکل گھامڑ ہو!''

''کس بناء پر......!'' حمید کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

''ہمیں مجرم کی راہ پر لگا کر اپنا ڈراپ سین کرنا چاہتی ہے تا کہ اس معاملے سے نپٹ کر ہم اسے تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں۔''

''ہو سکتا ہے! ویسے ضروری نہیں کہ آپ کا یہ نظریہ درست ہی ہو۔''

''اس بیچاری کو یہ نہیں معلوم کہ اس خون کا تجزیہ بھی کیا جائے گا!''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''وہ کسی آدمی کا خون تو نہیں ہے!''

''کیا بوتھ کی نگرانی مسلسل جاری ہے؟''

''نہیں......!''

''اونہہ ہو گا کچھ!'' حمید نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے شانوں کو جنبش دی۔

فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالی.....آٹھ بج رہے تھے۔

''میرا خیال ہے کہ یہ رات اس سلسلے میں بے حد اہم ثابت ہو گی!'' اس نے لنکن کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا!''اپنی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ!''

لنکن آگے بڑھی تھی اور جب حمید کی گاڑی بھی حرکت میں آئی تو اس کی رفتار تیز ہو گئی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ہائی سرکل نائٹ کلب میں داخل ہوئی تھیں۔

لنکن ہی کے قریب حمید کو بھی پارک کرنے کی جگہ مل گئی.....فریدی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔''میں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔''

''اس لیے میں کل دوپہر تک کا انتظام بھی اسی وقت کرلوں گا......!'' حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

کھانا کھا کر وہ نو بجے تک ڈائننگ ہال ہی میں بیٹھے رہے! حمید کو اس پر حیرت تھی۔

''کیا فلور شو اتنا ہی دلچسپ ہے؟'' اس نے بالآخر کہا۔

''جی نہیں!'' خشک لہجے میں جواب ملا۔''محض وقت گزاری!''

''گھر کیا برا تھا اس کے لیے......!''

''کان نہ کھاؤ.....دس منٹ بعد اٹھ جائیں گے!''

''دس منٹ بعد اس سے بھی اچھی رقاصہ اپنے فن کا مظاہرہ کرے گی!''

''اچھی بات ہے اٹھو!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

باہر نکل کر حمید پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فریدی اس کا بازو پکڑ کر بولا۔''جی نہیں! گاڑیاں یہیں رہیں گی!''

''کیا مطلب!''

''چلو......!'' وہ اسے کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

سڑک پر پہنچ کر اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور سے ارجن پورہ چلنے کو کہا۔ حمید نے اب بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی، ایسے مواقع پر عموماً اسے ضد سی ہو جایا کرتی تھی کہ اب کچھ نہیں پوچھے گا۔

فریدی نے بھی اپنے اس رویہ کی وضاحت نہ کی البتہ ارجن پورہ کی ایک نیم تاریک عمارت کے بالائی منزل کے آٹھویں فلیٹ کا قفل کھولتے وقت وہ بڑبڑایا تھا۔ ''تمہاری ناپ کے بھی سڑے بُسے کپڑے اور جوتے یہاں مل جائیں گے۔''

''اب کیا بھنگی بنانے کا ارادہ ہے!'' حمید بھنا کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد وہ معمولی مزدوروں کے سے لباس میں فلیٹ سے برآمد ہوئے تھے اور ان کے چہروں میں بھی کسی حد تک تبدیلی ہوئی تھی۔

پھر دوسری بار ٹیکسی میں بیٹھتے وقت حمید کو معلوم ہوا تھا کہ ان کی منزل وہی بستی تھی جہاں بوڑھا شہباز تیموری رہتا تھا۔

''تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا!'' حمید بڑبڑایا۔

''یہ ایک اندھی چال ہے......!'' فریدی نے کہا۔ ''اگر اس میں ناکامی ہوئی تو اس مسئلے پر از سرِ نو غور کرنا پڑے گا۔''

''اس کے بیٹے جمشید کا قول صادق ہوتا نظر آ رہا ہے!''

''دیکھتے جاؤ!''

بستی کے باہر ہی فریدی نے ٹیکسی رکوائی تھی اور کرایہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔

''کوارٹر بھی بستی کے آخر میں سب سے الگ تھلگ تعمیر کرایا ہے!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''خاموشی سے چلتے رہو!'' فریدی نے مڑے بغیر کہا تھا۔

بستی کے تاریک گوشوں سے گزرتے ہوئے وہ شہباز کے کوارٹر کے عقبی میدان تک پہنچے تھے جہاں دور دور تک پی ڈبلیو ڈی کا تعمیراتی سامان بکھرا پڑا تھا۔

''اوہو.....ادھر تو چوکیدار بھی ہوں گے!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''ہونے دو......!'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ وہ کوارٹر کی پچھلی دیوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔

چاروں طرف گہری تاریکی تھی......! فریدی حمید کا شانہ دبا کر آہستہ سے بولا۔ ''چھت پر پہنچنا ہے۔''

''پی ڈبلیوڈی والوں کی سیڑھی اٹھالاؤں!'' حمید نے بوکھلا کر کہا۔

''فضول باتیں نہ کرو.....آؤ.....ہم بہ آسانی اوپر پہنچ سکیں گے!''

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر چڑھتا چلا گیا تھا دیوار کے سرے پر شاید مزید تعمیر کے لیے آدھی آدھی اینٹیں باہر نکلی چھوڑ دی گئی تھیں۔ ان کے سہارے اوپر پہنچنا نہایت آسان تھا۔

دوسرے ہی لمحے حمید بھی اس کی تقلید کر رہا تھا.....اوپر پہنچ کر وہ بیٹھے ہی بیٹھے زینوں کی طرف بڑھنے لگے۔

نیچے ایک کمرے میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ زینوں کے قریب پہنچے ہی تھے کہ نیچے سے ایک گرجدار آواز آئی۔ ''بتاؤ ورنہ.....زندہ دفن کردوں گا۔''

وہ جہاں تھے وہیں ٹھٹک گئے۔ دوسری آواز اتنی بلند نہیں تھی کہ الفاظ سمجھ میں آسکتے۔

''احتیاط سے نیچے اترو.....کام بن گیا ہے!'' فریدی نے سرگوشی کی۔

کمرے میں گہرے نیلے رنگ کا بلب روشن تھا.....وہ کھڑکی کی دونوں اطراف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

بوڑھا شہباز کرسی سے بندھا بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ایک نقاب پوش سائیلنسر لگا ہوا پستول لئے کھڑا نظر آیا۔

''زبان کھولو ورنہ......!'' نقاب پوش نے پستول کو جنبش دی۔

''مم.....میں.....میں کچھ نہیں جانتا!'' بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

حمید آہستہ آہستہ اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

''تم جھوٹے ہو! تمہی نے پولیس کو میری راہ پر لگایا ہے!'' نقاب پوش غالباً دانت پیس کر بولا تھا۔

''تت.....تم کون ہو......!''

''تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہیے......!''

''جب میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو پولیس کو کیسے تمہارے پیچھے لگاؤں گا!''

''میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے انہیں کس حد تک بتایا ہے!''

''تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی!''

دفعتاً فریدی نے پھرتی سے دروازے کے سامنے پہنچ کر نقاب پوش پر چھلانگ لگائی۔

حمید کا ریوالور پہلے ہی نکل آیا تھا۔

نقاب پوش کا پستول اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑا اور اب وہ خود فریدی کی گرفت میں تھا۔

دفعتاً بوڑھے نے چیخنا شروع کر دیا۔ ''دوڑو......دوڑو......بچاؤ......بچاؤ......!''

''خاموش......!'' حمید اسے ریوالور دکھا کر بولا۔

دوسری طرف نقاب پوش فریدی کی گرفت سے نکل جانے کے لیے اپنا انتہائی زور صرف کر رہا تھا۔

''خاموشی سے ہتھکڑیاں پہن لو...... ورنہ تمہارے ٹخنے اتار کر بے بس کر دوں گا۔'' فریدی نے اسے فرش پر گراتے ہوئے کہا۔

''تت......تم کون ہو......!'' نقاب پوش ہکلایا۔

''حمید ہتھکڑیاں......!''

''کہاں ہیں......!''

''میری پتلون کی دائیں جیب سے نکالو......!''

حمید کے نام پر ایک بار پھر نقاب پوش نے گلوخلاصی کیلئے زور لگایا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

بوڑھا حیرت سے آنکھیں پھاڑے گم سم بیٹھا تھا......حمید نے ہتھکڑیاں نکالیں اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد نقاب پوش کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔

''یہ......یہ......کون ہے؟'' بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے ایک گروہ کا سربراہ؟'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

''لل.....لیکن.....میں.....مجھ سے کیا سروکار.....میں کیوں؟'' بوڑھا بدحواس ہو کر بولا۔

''آپ ہی سے تو سروکار ہے!''

اس پر نقاب پوش نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن حمید کی ٹھوکر اسے دوبارہ فرش پر لے آئی۔

''تم کون ہو......!'' بوڑھا فریدی کو گھورتا ہوا بولا۔

''آپ کا خادم...فریدی......!''

''اوہ.....اوہ.....خداوندا یہ سب کیا ہو رہا ہے!''

''ٹھہریئے....ابھی بتاتا ہوں.....حمید اس کے چہرے سے نقاب ہٹاؤ....!''

حمید نقاب ہٹانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ اس نے اچھل کر اس کی پیشانی پر ٹکر ماری اور حمید لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر تو حمید پر گویا شیطان سوار ہو گیا تھا۔ اس بُری طرح اس کی مرمت کی تھی کہ اس نے ذرا ہی سی دیر میں ہاتھ پاؤں ڈال دیئے تھے۔ اس کے بعد اس نے اس کے پیر بھی باندھ دیئے۔

چہرے سے نقاب ہٹتے ہی بوڑھا کربناک آواز میں چیخا۔ ''نہیں!'' اور دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ڈھانپ لیں۔

''یہ اس کا چھوٹا بیٹا جمشید تیموری تھا....!''

''خداوندا.... یہ کیا ہو گیا......!'' بوڑھا شہباز گلوگیر آواز میں بولا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''میں نے اس کو اس غلط فہمی میں ڈالنے کی کوشش کی تھی کہ اس کے خلاف اطلاعات بہم پہنچانے والے آپ ہی تھے....ورنہ یہ اتنی آسانی سے ہاتھ نہ لگتا۔''

''اوہ.....اسی لیے..... یہ مجھے مار ڈالنے پر تل گیا تھا اور مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میں نے پولیس کو کس حد تک بتایا ہے.... اے میرے پروردگار آخر اسے کس چیز کی کمی تھی کہ یہ اس ذلالت میں اتر آیا۔''

''چار افراد کے قتل کا الزام بھی ہے اس پر......!'' فریدی بولا۔

''اللہ مجھ پر رحم کرے!'' بوڑھا کراہا۔

جمشید آنکھیں بند کیے پڑا تھا......! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔

حمید نے فریدی کے اشارے پر بوڑھے کو کرسی سے کھول دیا لیکن شاید اب اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ خود سے کھڑا ہو سکتا۔

پھر ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر بوڑھے کو ''سیونتھ ہیون'' اور جمشید کو فریدی کے محکمہ کی حوالات میں پہنچا دیا گیا تھا۔

حمید کو اس پر حیرت تھی کہ آخر فریدی نے جمشید کو یہ کس طرح باور کرایا تھا کہ اس کے باپ ہی نے اس کی مخبری کی تھی۔

فریدی سے پہلا سوال اس نے اسی سے متعلق کیا۔

''جو ٹیپ تم نے جمشید کو سنایا تھا اسے ایک بار پھر سنو!'' فریدی بولا۔

''میں سن چکا ہوں......!''۔

''کیا ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ بوڑھا تیموری آواز بگاڑ کر بولنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''خدا کی پناہ......!'' حمید چونک پڑا۔ چند لمحے فریدی کو حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

''میرے ذہن میں یہی خلش تھی! لہجے میں کسی حد تک شناسائی کی جھلکیاں تھیں۔''

''اب تم پوچھو گے کہ اس طرف ذہن کیونکر گیا؟''

''قدرتی بات ہے......!''

''اس کے ہاتھ کی انگشتری اس کے لیے پھانسی کا پھندا بن گئی جس پر فرعون کا سر بنا ہوا ہے۔ شروع سے بتانا پڑے گا.....تم یوں نہیں سمجھو گے؟ تمہیں یاد ہو گا لڑکی نے تمہارے توسط سے مجھے یہ پیغام دیا تھا کہ اگر کہیں کوئی بھیڑیا نظر آئے تو اس کی کھال اتارنے کی ضرور کوشش کروں......!''

''اوہو! اسے تو میں بھول ہی گیا تھا......!''

''اب کیفے دارا کے منیجر سرفراز کی لاش کی طرف واپس چلو.....اس کے جوتے کے تلے سرخی مائل کیچڑ سے آلودہ تھے اور اس میں ابرک کے ٹکڑے بھی چپکے ہوئے تھے۔ جھیل کے آس پاس کہیں بھی سرخی مائل مٹی نہ مل سکی اور پھر ابرک کے ٹکڑے.....دراصل انہی ابرک کے ٹکڑوں نے رہنمائی کی.....جھیل سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک فیکٹری ہے جہاں بجلی کا

سامان بنایا جاتا ہے۔ ابرک کے ٹکڑوں کی وجہ سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں بجلی کی استریاں بنائی جاتی ہیں اس لیے ابرک کا اسٹاک بھی رہتا ہے۔ گودام کے سامنے ایک جگہ کا نل لیک کر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے آس پاس کیچڑ ہو گئی تھی اور یہ کیچڑ سرخی مائل تھا۔ اس میں ابرک کے ننھے ننھے ٹکڑے بھی شامل تھے پھر رات کو فیکٹری کی تلاشی کی ٹھہری..... وہاں تین چوکیدار تھے۔ کام صرف دن ہی میں ہوتا ہے۔ رات کی شفٹ نہیں چلتی۔ بہرحال چوکیداروں کی چائے میں خوب آور دوا ملوائی گئی اور تلاشی کا کام شروع کر دیا گیا۔ فیکٹری کے تہہ خانے میں ایک اور فیکٹری نظر آئی جہاں منشیات کی پیکنگ ہوتی تھی..... جانتے ہو پیکنگ کس طرح ہوتی تھی۔''

حمید نے غیر ارادی طور پر سر کو منفی جنبش دی۔

''جب تم نے لڑکی کا پیغام مجھ تک پہنچایا تھا تو میں نے کیا کہا تھا.....!''

''غالباً آپ نے یہی کہا تھا کہ بھیڑیئے تک میں پہلے ہی پہنچ چکا ہوں!''

''ٹھیک.....! وہاں بھیڑیوں کی کھالوں میں منشیات کی پیکنگ ہوتی تھی اور یہ بھیڑیئے ڈیکوریشن پیسز کی حیثیت سے مل کے باہر بھیجے جاتے تھے۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک فرم بہت عرصے سے یہ کاروبار کر رہی ہے لیکن شہر کے کسی گوشے میں بھی اس فرم کا دفتر نہ مل سکا۔''

''لیکن فیکٹری کا مالک تو سامنے کی چیز ٹھہرا۔''

''ہاں..... آں! وہ بھی بلیک میل کیا گیا تھا۔ اس کام پر اُسے بلیک میل کر کے آمادہ کیا گیا تھا لیکن وہ بلیک میلر کی شخصیت سے آگاہ نہیں تھا۔''

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔ پھر بولا۔ ''ہاں تو بات اس انگشتری کی تھی جس پر فرعون کا سر بنا ہوا ہے۔ کچھ بھیڑیوں کے نیچے جہاں کھال کی سلائی ہوئی تھی۔ ویکس پر مہریں لگائی گئی تھیں، یعنی ویکس پر فرعون کے سر کی چھاپ تھی۔ جب تک لڑکی نے تمہیں بوڑھے تیموری سے الجھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرا ذہن اس خاندان کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا..... بہرحال میں نے ہی بوڑھے کو اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ لڑکوں کی موجودگی میں مجھے طلب کر کے نلنی کا قصہ چھیڑے.....!''

''تو آپ نے جمشید کے بھڑک اٹھنے کی بناء پر مجھے اس کے پیچھے جانے کو کہا تھا!''

''نہیں حمید صاحب!'' اس کی محرک صرف انگشتری بنی تھی اور پھر جب اس نے انفارمر کی آواز کا ٹیپ سننے کی خواہش ظاہر کی تھی تو مجھے پچاس فیصد یقین ہو گیا تھا کہ جمشید ہی اس کاروبار کی پشت پر ہے لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ آج ہی بوڑھے پر حملہ کر بیٹھتا..... میرا اندازہ تھا جو اتفاق سے درست نکلا۔''

''ٹیپ میں آپ ہی کی آواز تھی.....؟''

''پھر کس کی ہوتی..... شہباز تیموری کی آواز بارہا سنی تھی اس کے مخصوص لہجوں سے واقف تھا اس لیے ملتی جلتی آواز کی نقل تیار کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ بہرحال جمشید نے اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا ہے۔ اس کے ہاتھوں وہی لوگ مارے گئے جو سربراہ کی شخصیت سے واقف تھے..... سرفراز کو خود اسی نے مارا تھا..... یاسمین فریدوں کو ہیڈ ویٹر فاروق سے قتل کرایا اور جب اسے معلوم ہوا کہ فاروق اپنا بیج یاسمین کے کمرے میں ہی چھوڑ آیا ہے تو اس نے اسے شراب میں زہر دے دیا۔ ڈیوڈ تلارام کی بیوی کو اس نے اپنے ایک گرگے سے قتل کرایا تھا۔ وکیل نے اسے اطلاع دی تھی اور اس نے فوری طور پر اپنے ایک گرگے کو فون کیا تھا جو تار جام ہی کا باشندہ ہے۔ اس نے ڈیوڈ کی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس وقت تک وہ بھی گرفتار کر لیا گیا ہوگا۔ ملک سے باہر بھیجی جانے والی منشیات رقاصہ کے توسط سے ڈیوڈ تک پہنچتی تھیں اور ڈیوڈ انہیں ایک ویرانے میں پہنچاتا تھا جہاں سے دوسرے لوگ انہیں فیکٹری تک لے جاتے تھے۔''

''آخر جمشید کو کیا سوجھی تھی۔ کسی چیز کی کمی ہے اس گھرانے میں۔''

''عقل سلیم کی......! چند آدمیوں کی ہوس انہی جیسے لاکھوں آدمیوں کو ایڑیاں رگڑ کر مرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ آزاد معیشت والا نظام ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے انسانیت کے لیے سمِ قاتل بن گیا ہے.....!''

''کوئی حل ہے اس کا؟''

''زیادہ سے زیادہ لڑکیوں کے پیچھے دوڑ لگاؤ..... جی بھر کے عیاشی کرو، اور بڑھاپے میں اللہ پاک سے معافی مانگ کر جنت الفردوس کو سدھارو!'' فریدی کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

اس کے بعد حمید کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ انفارمر لڑکی کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کرتا۔

دوسرے دن شام کو جب وہ کافی پی کر گھر سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہیں سے فریدی کی

فون کال آئی۔

''وہ لڑکی بھی شہباز کی پوتیوں میں سے ایک ہے۔محمود کی بیٹی فریدہ تیمور چٹان پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات اسی کی انگلیوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔''

''تو پھر میں کیا کروں!'' حمید بولا۔

''اُس سے معلوم کرو جب وہ جمشید کے بارے میں جانتی تھی تو اس نے ایسی پیچیدہ راہ کیوں اختیار کی۔ چٹان پر پائے جانے والے نشانات کے حوالے سے تم اس سے دوٹوک بات کرسکو گے.....اس وقت وہ نیشنل لائبریری میں کوئی کتاب پڑھ رہی ہے۔ نارنجی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس ہے!''

''اوکے!'' کہہ کر حمید نے ریسیور کریڈل میں رکھا اور نیشنل لائبریری کی طرف دوڑ گیا۔

پورے ہال میں صرف ایک ہی لڑکی نارنجی رنگ کے شلوار سوٹ میں نظر آئی۔حمید اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس نے چونک کر اسے گھورا تھا.....حمید اس کے قریب ہی کرسی کھسکا کر بیٹھتا ہوا آہستہ سے بولا۔''بوتھ نمبر تیرہ میں پایا جانے والا خون کس حرماں نصیب مرغ کا تھا مس فریدہ تیموری!''

''کک.....کیا مطلب.....!'' وہ ہکلائی۔

''جھیل کے کنارے جب آپ نے گیلی مٹی سے شوق فرمایا تھا تو ایک چٹان پر اپنے پورے ہاتھ کا نشان چھوڑ آئی تھیں.....!''

''خدا مجھے معاف کرے!'' وہ طویل سانس لے کر مسکرائی۔''مٹی سے اس لیے شوق فرمایا تھا کہ گھونگریالے بالوں والی وگ پانی ہی میں رہ گئی تھی!''

''جب آپ سب کچھ جانتی تھیں تو ایسا خطرناک طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

میں قطعاً نہیں جانتی تھی کہ اس کالے کاروبار کی پشت پر جمشید چچا ہوں گے۔صرف اتنا ہی علم تھا کہ وہ سیونتھ ہیون ہی کا کوئی فرد ہوسکتا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ گونگی لڑکی سے ملاقات کے بعد بھی آپ لوگ سیونتھ ہیون کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تو مجبوراً نلنی دادی والا چکر چلا کر دادا جان کو آپ لوگوں کے پیچھے لگا دیا..... یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور جمشید چچا بالآخر دھر لیے گئے۔''

''بڑی بیدردی سے ذکر کر رہی ہو!''

''سیونتھ ہیون میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے عذاب میں مبتلا ہیں..... دادا جان نے وہ ٹھنڈا جہنم تعمیر کیا اور خود الگ ہو گئے۔''

''آخر آپ نے اس کی جرأت کیسے کر ڈالی تھی.....!''

''پچھلے سال ایک ایسی غریب بیوہ سے ملاقات ہوئی تھی جس کا واحد سہارا ایک نوعمر لڑکا تھا جو اپنی دن بھر کی کمائی نشیلے سگرٹوں پر گنوا دیتا تھا۔ بس اسی دن سے تہیہ کر لیا تھا کہ منشیات کی کالی تجارت کرنے والوں کا پتہ لگا لگا کر پولیس کو مطلع کرتی رہوں گی۔ معلوم نہیں کتنے چھوٹے موٹے تاجر میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے اور پھر اچانک ایک دن معلوم ہوا کہ سیونتھ ہیون بھی اس میں ملوث ہے..... وہاں سے ایک بڑی کھیپ کیفے دارا میں پہنچائی گئی تھی۔ میں نے ان لوگوں کا طریق کار سمجھنے کی کوشش کی۔ ان کے ایک ٹھکانے سے واقف ہو گئی، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اصل مجرم کون ہے۔ بہر حال اب شاید میں بھی عدالت میں گھسیٹی جاؤں.....!''

''قطعی نہیں! ہم آپ جیسی نیک ہستیوں کو ان چکروں سے محفوظ ہی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرے اور کرنل صاحب کے علاوہ اور کسی کو بھی اس کا علم نہیں! آپ کو تو بس ایک نامعلوم عورت ہی کی حیثیت سے ریکارڈ میں رہنے دیا جائے گا۔''

''شکریہ..... لیکن میں دادا جان کو سب کچھ بتا چکی ہوں اور انہوں نے نلنی دادی کو سختی سے سمجھایا ہے کہ وہ بھی اسے راز ہی میں رکھیں۔''

''یہ میک اپ وغیرہ کرنا آپ نے کہاں سے سیکھا.....!''

''ایک فینسی ڈریس ایکسپرٹ سے، کئی سال پہلے یورپ میں اس کی شاگردی کی تھی!''

''گونگی لڑکی سے دوبارہ ملنے کا اشتیاق باقی رہا جاتا ہے.....!''

''ملتے رہیے گا کبھی کبھی.....!'' وہ مسکرائی۔

''میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

ختم شد